PRINTED BOOK

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

بیادِ امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ تا محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

''تحفظِ ناموسِ رسالت کی جو لہر اس وقت تمام عالمِ اسلام میں اُٹھی ہے اس میں مجدد ملتِ طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات اور تحریرات کو بڑا دخل ہے۔ گستاخانِ رسول کی بیخ کنی، تحریک تحفظ ناموسِ رسالت کے اجرا اور جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے فروغ میں مختلف زبانوں میں ان کی تصانیف کی گذشتہ سو سالوں سے مسلسل اشاعت نے ایک طرف مسلمانوں کے آقا و مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا رشتہ جوڑا، دوسری طرف گستاخانِ رسول اور منکرین عظمتِ رسول کو بھی اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ اخبارات کی فائلیں گواہ ہیں کہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ اور میلادِ مبارک کے جلوس کے منکرین آج امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ اشعار ترنم سے پڑھتے ہوئے ''لبیک یا رسول اللہ لبیک'' کے نعرے لگاتے اور ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور ''سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی'' کے علم بلند کرتے ہوئے توہینِ رسالت کے خلاف جلسہ، جلوس اور مظاہرے کر رہے ہیں۔ آج ان حضرات کے میڈیا پر جاری بیانات اور احتجاجی جلوس عاشقِ رسول، قاطع گستاخیٔ رسول، امام احمد رضا کی زندہ کرامت کے مظہر ہیں۔ ''یہ رضا کے نیزے کی مار ہے'' کا آج جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ آج شاتمانِ رسول کو اپنا امام اور پیشوا ماننے والے ان کی کتب سے گستاخانہ عبارات تبدیل یا حذف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اس طرح سے تقریباً ایک صدی قبل امام احمد رضا کی ان پر گرفت کی حقانیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اگرچہ اس عمل سے ان کا مقصود عام مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے لیکن غیر ارادی طور پر ان کا یہ عمل امام موصوف کی تحریر کی سچائی کو تسلیم کر لینے کا اعلان ہے۔

(سید وجاہت رسول قادری، کراچی)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی

جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء جلد ۱۲ شمارہ ۱ (۴۳) ذی القعدہ تا محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مدیر: محمد زبیر قادری (موبائل: 98679 34085)

منیجر: محمد اسحٰق برکاتی (موبائل: 93239 54522)

Distributed in Pakistan By :

Markazi Majlis-e-Riza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

Distributed in Australia By :

SHEHZAD ALI

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,

NSW, AUSTRALIA

Correspondence Address: **رابطہ کا پتہ:**

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

Office Address: آفس کا پتہ:

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Mumbai - 400 008 India

فون: *5600 8260*

Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza.net

پرنٹر پبلشر محمد اسحٰق محمد عمر نے [illegible] 18، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008 سے چھپوا کر دفتر 167، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400 008 سے شائع کیا۔

اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

متوسلینِ رضا

W W W W

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جدِ اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں — یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیّدِ عالم — اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

خم ہوگئی پشتِ افلاک اس طعنِ زمیں سے — سُن ہم پہ مدینہ ہے وہ رُتبہ ہے ہمارا

اُس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا — جو حیدرِ کرّار کہ مولیٰ ہے ہمارا

اے مدّعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے — اِس خاک میں مدفوں شہِ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین — معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اُڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی — آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا

تضمین بر کلام رضا

نتیجۂ فکر: محمد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی

مرتے دم ایمان کی پیاری فضا کا ساتھ ہو
شمعِ لولاک نورِ کبریا کا ساتھ ہو
قبر میں اور حشر میں تیری رضا کا ساتھ ہو
"یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو جب پڑے مشکل، شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو"

بھول جاؤں تیری الفت میں ہر اک تکلیف کو
جھیل جاؤں تیری رحمت سے ہر ایک تکلیف کو
جیتے جی آرام سمجھوں میں ہر اک تکلیف کو
"یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو شادیِ دیدار حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو"

جز گناہوں کے، نہیں اعمال میں کچھ کائنات
سن لیا ہے نام تیرا میں نے حل المشکلات
میں وہ مجرم ہوں کہ مجھ کو کچھ نہ بن آئے گی بات
"یاالٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات ان کے پیارے منہ کی صبحِ جاں فزا کا ساتھ ہو"

کیسی طاعت ہے یہ دنیا کی محبت میں اسیر
خاک پڑ جائے ذرا جرموں پہ اے روشن ضمیر
لو لگائے ہے کسی کی شانِ رحمت پر فقیر
"یاالٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو"

حشر میں مجرم ترے تسکین پائیں پیاس سے
مخزنِ جود و عطا گھبرا نہ جائیں پیاس سے
تشنگی غالب ہو جب وہ منہ بنائیں پیاس سے
"یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو"

دل کو پہنچائے نہ گرمی بے سبب خورشید حشر
اور اونچا چمکے میرے سر سے رب خورشیدِ حشر
اے خدا آئے سوا نیزے پہ جب خورشیدِ حشر
"یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر سیدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو"

روح ٹھنڈک پائے اور دل کو نہ ہو رنج و محن
تیری رحمت آڑے آئے اس جگہ اے ذوالمنن
آتشِ عصیاں سے جب جلنے لگیں یہ جان و تن
"یا الٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو"

روزِ محشر جب عمل میزان میں تلنے لگیں
پردۂ رحمت کے پردے جس گھڑی کھلنے لگیں
سارے افرادِ معاصی فیض سے دُھلنے لگیں
"یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں عیب پوشِ خلق، ستارِ خطا کا ساتھ ہو"

سر بہ سر مجرم ہوں کس کو شک ہے اپنے جرم میں
پھنس گیا ہوں بے طرح اے شانِ رحمت جرم میں
واسطہ پیارے کا رُسوا ہوں نہ میں اس جرم میں
"یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں ان تبسم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو"

نامۂ اعمال عصیاں جب مجھے آنکھیں دکھائے
یا الٰہی تیری ستاری مری بگڑی بنائے
دست گیری کے لیے شانِ کرم اس وقت آئے
"یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بے جا رُلائے چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجےٰ کا ساتھ ہو"

خود سری میں سر اُٹھائیں جب مری بے باکیاں
صدقۂ محبوب دب جائیں مری بے باکیاں
عفو کے پانی سے دُھل جائیں مری بے باکیاں
"یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو"

روزِ محشر جب کہ ہو نزدیک راہِ پل صراط
آپ کے صدقے میں طے ہو ٹھیک راہِ پل صراط
دھار سے تلوار کی باریک راہِ پل صراط
''یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو''

نفسِ رہزن کی نہ ہر تدبیر پر چلنا پڑے
اس سے بہتر ہے کسی شمشیر پر چلنا پڑے
صبر کا حصہ ملے تقدیر پر چلنا پڑے
''یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے ربِ سلّم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو''

حبِ دنیا چھوڑ کر میں تیرے در پر آ پڑوں
روز افزوں ہو، ترقی ہو، عطا صبر و سکوں
خوبیٔ تقدیر سے مولیٰ نہ میں خالی پھروں
''یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو''

بار عصیاں سے نہ دب کر یہ کوئی سختی اٹھائے
مدحتِ محبوب کا اتنا صلہ محشر میں پائے
اُس کے دامن سے بندھا قاسم نہ پیچھے چھوٹ جائے
''یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائیں دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو''

☆☆☆☆☆☆☆

اخبار رضا

☆ محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہونے والا نعتیہ ادب کا عالمی جریدہ ''نعت رنگ'' کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نمبر شائع ہوگیا ہے۔ جس میں ہند و پاک کے محققین، علما و ادبا نے گراں قدر مقالے تحریر کیے ہیں۔ ضخامت: ۸۰۰ صفحات، قیمت: ۲۰۰ روپے۔

☆ امام احمد رضا کے عرس کے موقع سے رضا ریسرچ اینڈ پبلشنگ بورڈ انٹرنیشنل کے زیر اہتمام برطانیہ کے مختلف شہروں میں یومِ رضا کے ۶ پروگرامز کا انعقاد کیا گیا ہے۔ ۱۱ و ۱۲ ر مارچ مانچسٹر، ۱۸ و ۱۹ مارچ بلیک برن، ۲۵ ر مارچ برمنگھم اور ۲۶ ر مارچ لیسٹر شہر میں پروگرام ہوں گے۔

نماز کے چند اہم مسائل

من افاضات امام احمد رضا خاں محقق بریلوی

ترتیب وتحشیہ: محمد نعیم احمد برکاتی، قول پیٹ، ہبلی (کرناٹک)

نماز کے کُل سات فرائض ہیں، جن میں سب سے پہلا فرض تکبیرِ تحریمہ ہے۔ یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر زیرِ ناف ہاتھ باندھ لینا۔ نوجوان مسلمان مریض یا اپاہج، نیز بوڑھے ہوں یا ضعیف، سب پر لازم ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کی قدرت اگر ہو تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہوکر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے۔ ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ اِس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ایک نفیس تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہوکر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا لیکن اِس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہوکر باندھ لے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرسکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہوکر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے، دوسری شق میں نماز اس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: صورتِ مستفسرہ میں بے شک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہوکر باندھے۔ جب قدرت نہ رہے، بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے، بلکہ ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر اٰیة او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل[1]

اگر نمازی قیام پر قدرے قادر ہو اگرچہ وہ عصا یا دیوار کے ذریعے ہو تو اس پر حسبِ طاقت قیام کرنا لازم ہے خواہ وہ ایک آیت یا تکبیر کی مقدار ہو۔ مختار مذہب یہی ہے کیونکہ بعض کا کُل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے[2]

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مجتبائی، دہلی

[2] بہارِ شریعت حصہ سوم صفحہ ۵۸ پر ہے: فرض، وتر وعیدین وسنتِ فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا، نہ ہوں گی۔ (درمختار ردالمحتار جلد اوّل صفحہ ۴۱۴)

بحرالرائق جلد اوّل صفحہ ۲۹۲ میں ہے: وهو فرض فی الصلاة للقادر علیه فی الفرض وماهو ملحق به اه۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل صفحہ ۶۴ میں ہے: وهو فرض فی صلاة الفرض والوتر هکذا فی الجوهرة النیرة والسراج الوهاج اه۔

اور شامی جلد اوّل صفحہ ۲۹۹ میں ہے: و سنة الفجر لا تجوز قاعدامن غیر عذر باجماعهم کما هورواية الحسن عن ابی حنیفة کما صرح به فی الخلاصة اه۔

تبین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامة الزیلعی میں ہے:

ولو قدر علی بعض القیام دون تمامه بان کان قدر علی التکبیر قائما او علی التکبیر و بعض القراءة فانه یؤمر بالقیام ویأتی بما قدر علیه ثم یقعد اذا عجز [۳]

اگر کچھ قیام پر قادر ہو تمام پر نہ ہو، مثلاً کھڑے ہوکر تکبیر یا تکبیر اور کچھ قرأت پر قادر ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے اور وہ حسب طاقت قیام کے ساتھ بجا لائے، پھر جب عاجز آئے تو بیٹھ جائے۔

خانیہ میں ہے:

ولو قدر علی ان یکبر قائما ولا یقدر علی اکثر من ذلک یکبر قائما ثم یقعد [۴]

اگر کھڑے ہوکر صرف تکبیر کہنے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قادر نہیں تو کھڑے ہوکر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے۔

غنیہ شرح المنیہ للعلامہ ابراهیم حلبی میں ہے:

وقدر علی بعض القیام لاکله لزمه ذلک القدر حتی لو کان لا یقدر الاعلی قدر التحریمة لزمه ان یتحرم قائما ثم یقعد [۵]

اگر کچھ قیام پر قادر ہے تمام پر نہیں تو اس پر اس کی مقدار قیام لازم ہے حتیٰ کہ اگر کوئی صرف تکبیر تحریمہ کے مقدار پر قادر ہو تو وہ کھڑا ہوکر تکبیر تحریمہ کہے پھر بیٹھ جائے۔

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

قال سراج الائمة الحلوانی هو المذهب الصحیح [۶]

سراج الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہی صحیح مذہب ہے

بحر الرائق پھر حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے:

لا یروی عن اصحابنا خلافه [۷]

ہمارے اصحاب سے اس کے خلاف مروی نہیں۔

پھر اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت، تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی، نماز نہ ہوئی۔

لقول الغنیة لزمه وقول الدر لزوما مع

کیونکہ غنیہ میں ہے کہ اس پر لازم ہے۔ اور در میں ہے

---

[۳] تبین الحقائق باب صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ کبریٰ، مصر۔

[۴] فتاویٰ قاضی خاں باب صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۸۲ مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ۔

[۵] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الثانی القیام صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

بہار شریعت میں غنیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوسکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہوکر پڑھے، اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہوکر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۵۹)

[۶] خلاصۃ الفتاویٰ الحادی والعشرون فی صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ۔

[۷] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۳۱۸ مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت۔

قول العلامة للشرنبلالی عبرت باللزوم لکونه اقوی لان هذا یفوت الجواز بفوته الخ ولقول المحقق العلائی وغیره ان البعض معتبر بالکل.

کہ لازم ہے۔ اور علامہ شرنبلالی کی تصریح "باللزوم" کے ساتھ ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے "باللزوم" سے تعبیر اس لیے کیا ہے کہ یہ اقویٰ ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہو جاتا ہے الخ اور محقق علائی وغیرہ نے کہا کہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

فقیر غفر اللہ لہ کو اللہ تعالیٰ تحقیقِ حق القا کرے، علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے۔ اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں، تحریمہ باندھے، ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرط نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل، تو جب کہ تحریمہ کے لیے قیام کرسکتا ہے اور نہ کیا، شرطِ تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی ۸ اذا فات الشرط فات المشروط (یعنی جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط از خود فوت ہو جائے گا) درمختار میں شرح الوہبانیہ للعلامۃ حسن بن عمار سے ہے:

شروط لتحریمه حظیت بجمعها، مهذبة حسنا مدی الدهر تزهر، دخول لوقت واعتقاد دخوله وستر وطهر والقیام المحرر ۹

تکبیر تحریمہ کے لیے کچھ شرطیں ہیں، میں ان کو اکٹھا کر دینے سے بہرہ ور ہوا۔ حالانکہ وہ شرطیں خوب آراستہ اور زمانہ بھر چمکتی ہیں (وہ یہ ہیں) وقتِ فرض کا داخل ہونا۔ اور دخولِ وقت کا اعتقاد، سترِ عورت، بدن، مکان اور کپڑے کی طہارت اور قیامِ محرر۔

ردالمحتار میں ہے:

المحرر بان لا تنال یداه رکبتیه کمامر فلو ادرک الامام راکعا فکبر منحنیالم تصح تحریمته اھ ۱۰

قیام محرر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں جیسا کہ گزر چکا۔ اگر نمازی نے امام کو رکوع میں پایا اور جھک کر تکبیر تحریمہ کہہ کر شامل ہوا تو اس کی تحریمہ صحیح نہیں ہے۔ اھ ۱۱

---

۸ مطلب یہ کہ جب تحریمہ کے لیے قیام کرسکتا ہے اور نہ کیا تو شرطِ تحریمہ فوت ہوئی۔ اور جب شرط تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ ہی صحیح نہ ہوئی۔ پھر جب تحریمہ ہی صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی۔

۹ درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول صفحہ ۷۱ مطبوعہ مجتبائی، دہلی۔

۱۰ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۶۹۔

۱۱ اس کے تحت ایک اور جگہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اگر اس نے تکبیرِ تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانوں تک نہ جائے تو نماز ہوگئی اور اگر تکبیر انتقال یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی۔ اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ تکبیرِ تحریمہ اور تکبیرِ انتقال۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ: پر)

شرح التنویر للعلائی میں ہے:

من فرائضها التی لا تصح بدونها التحریمة قائما ۱۲
ان فرائض میں سے جن کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی، ایک کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہنا بھی ہے۔

حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے۔

قوله قائما هو احد شروطها العشرین الآتیة ۱۳
اس کا قول "قائما" یہ ان بیس (۲۰) شروط میں سے ایک ہے جن کا ذکر آرہا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

آج کل بہت جہال ذرا سی بے طاقتی، مرض یا کبرسنی میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہوکر ادا کرسکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو، نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں۔ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنہوں نے بحیلۂ ضعف و مرض، فرض بیٹھ کر پڑھا، وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اُتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کرلیتے۔ ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے:

ان لحقه نوع مشقة لم یجز ترک القیام ۱۴
اگر ادنیٰ مشقت لاحق ہو تو ترک قیام جائز نہ ہوگا

ثانیاً مانا کہ انہیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظن غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر

(حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ۔۔) پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیرِ انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار میں ہے: ولو وجد الامام راکعًا فکبر منحنیا الی القیام اقرب صح و لغت نیته تکبیرة الرکوع. واللہ تعالیٰ اعلم (احکامِ شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی)

مصنف بہارِ شریعت حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: اگر امام کو رکوع میں پایا تو سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے پھر دوسری مرتبہ اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ اگر تکبیرِ تحریمہ کہتا ہوا رکوع میں چلا گیا یعنی تکبیر اُس وقت ختم ہوئی کہ حدِ رکوع تک پہنچ گیا ہے کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو نماز جاتی رہی، پھر سے ادا کرے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اوّل صفحہ ۱۷۸۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، مئو۔ بہارِ شریعت حصہ سوم صفحہ ۵۷)

۱۲ درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اوّل صفحہ ۷۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی۔

۱۳ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اوّل صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر۔ ۱۴ کافی شرح وافی۔

کھڑے ہوکر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے، جب وہ غلبۂ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے۔ یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفسد ہوا۔

ثالثاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کرسکے، بجالائے۔ کُل تو کل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ فقدم من الدر لو متکئا علی عصا او حائط [۱۵] (یعنی دُر کے حوالے سے گزرا اگر چہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے)

تبیین الحقائق میں ہے۔

لو قدر علی القیام متکئا (قال الحلوانی) الصحیح انه یصلی قائما متکئا ولا یجزیه غیر ذالک و کذالک لو قدران یعتمد علی عصا او علی خادم له فانه یقوم ویتکی [۱۶]

اگر سہارے سے قیام کرسکتا ہو (حلوائی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہوکر نماز ادا کرے۔ اس کے علاوہ کفایت نہ کرے گی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہوسکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے [۱۷]

یہ سب مسائل خوب سمجھ لیے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاوی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور و اہم کہ آج کل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیان علم بھی ان احکام کا خلاف کر کے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ و تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں۔ وباللہ العصمة ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنه و تعالیٰ اعلم و علمه جلمجده اتم واحکم [۱۸]

---

[۱۵] درمختار باب صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی۔

"بہار شریعت" میں ہے کہ جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یونہی اگر ویسے کھڑا نہ ہوسکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو نمازیں بھی نہ ہوئیں۔ ان کا پھیرنا فرض۔ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۵۹)

اسی طرح "فتاویٰ فیض الرسول" میں ہے: جس طرح نماز میں قیام مردوں کے لیے فرض ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی فرض ہے۔ لہٰذا فرض و واجب تمام نمازیں جن میں قیام ضروری ہے۔ بغیر عذر صحیح بیٹھ کر نہیں ہوسکتیں۔ جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی گئیں ان سب کی قضا پڑھنا اور توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر قضا نہ پڑھے اور توبہ نہ کرے تو سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہوں۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد اوّل صفحہ ۲۴۰)

[۱۶] تبیین الحقائق باب صلوٰۃ المریض جلد اوّل صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ، مصر۔

[۱۷] یہاں تک کہ اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کیلیے جانے کے بعد کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہوکر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے، جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔ (بہار شریعت، حصہ سوم صفحہ ۵۸)

[۱۸] فتاویٰ رضویہ جدید جلد ششم باب صفۃ الصلوٰۃ صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۱ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔

از: علامہ محمد شہزاد مجددی، لاہور

طائر سدرہ نشیں روح القدس علیہ السلام کا کلامِ رضا میں تذکرہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ علم و فضل کے وہ نیّر تاباں ہیں جن کی علم و تحقیق سے معمور شعاعوں نے ایک عالم کو منور و درخشندہ کر رکھا ہے۔ نعتیہ شاعری کے میدان میں آپ مرتبۂ امامت پر فائز ہیں اور اہلِ ادب آپ کے نعتیہ کلام میں فکر کی بلندی اور امکانات کی گہرائی کے حوالے سے نئے نئے آفاق تلاش کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔

فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیتے ہیں لہٰذا جادۂ مدحت کے اس ہفت خواں کو کامیابی سے طے کرنے کے لیے آپ نے قرآن کو مرشد و ہادی اور حضرتِ حسان کو اپنا استاذ و رہبر قرار دیا ہے۔ ایک جگہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

قرآن سے مَیں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

دوسرے مقام پر فرمایا:

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو — نقشِ قدمِ حضرتِ حسّاں بس ہے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعرِ اسلام اور مدّاحِ دربارِ رسالت ہیں۔ آپ مقبولِ بارگاہِ رسالت بھی ہیں اور حمایت یافتۂ جبریل علیہ السلام بھی ہیں۔ جنابِ حسان منبر پر چڑھ کر محبوبِ ربّ العالمین کی شانیں بیان کرتے اور آپ کی عزت و ناموس کا دفاع کرتے ہوئے منکرین شان رسالت کا ردّ بلیغ فرماتے تو حضور ﷺ خوش ہو کر دعائیہ کلمات سے ان کا حوصلہ بڑھاتے۔ کبھی ارشاد ہوتا: یا حسّان! أجب عن رسول اللّٰہ۔ (بخاری، الادب رقم: ۵۶۸۶)

''اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے جواب دے''۔ کبھی فرمان ہوتا: اللّٰھم ایدہ بروح القُدس. (مسلم، فضائل الصحابہ، رقم: ۴۵۳۹)

''اے اللہ! روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرما''۔ کبھی زبانِ رسالت سے یوں نکلتا: اُھجُ المُشرِکِینَ فَاِنَّ جِبرِیل معک (بخاری، رقم: ۴۰۳۵) (مسندِ احمد، رقم: ۱۷۷۹۵)

''مشرکوں کی مذمت کر بے شک جبریل تیرے ساتھ ہے''۔

یوں تائید جبریل حضرت حسان کے شامل حال ہوئی اور انھوں نے اپنے ممدوحِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدح کرتے ہوئے روح الامین علیہ السلام کی شان میں بھی اشعار کہے تا کہ حضور ﷺ خوش

ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

وَجِبرِیلُ رَسُولُ اللهِ فِینَا وَرُوحُ القُدسِ لَیسَ لَهُ کِفَاءُ

''اور اللہ کے پیغمبر جبریل ہم میں موجود ہیں اور روح القدس کی کوئی مثیل ونظیر نہیں ہے''۔

اعلیٰ حضرت نے بھی اپنے ممدوح و رہبر کی پیروی میں ممدوحِ انبیا و رسل حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شان میں جابجا اشعار کہے اور قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے کتب سیر و تواریخ پر نگاہ رکھتے ہوئے روح القدس کے تذکارے سے اپنے کلام کو مزین کیا۔

ترا مسند ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے روحِ امین
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

(حدائق بخشش: ۲۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے افکارِ عالیہ کو ایک محدثِ کبیر کے انداز میں کامل احتیاط کے ساتھ کتب حدیث و سیرت پر نگاہ رکھتے ہوئے شعری قالب میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں۔ آپ جبریل امین علیہ السلام کو بارگاہِ رسالت کا محرمِ راز اور مشیر اعظم قرار دیتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

وزیری من اھل السّماء جبریل و میکائیل. (حاکم فی المستدرک عن ابی سعید، مشکوۃ کتاب المناقب)

''آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبریل اور میکائیل ہیں''۔

چونکہ وزیر و مشیر بھی اہلِ خدمت میں سے ہوتے ہیں لہٰذا جبریل امین علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں وزارت و مشاورت کے فرائض بھی سر انجام دیتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطی، بیہقی، طبرانی اور ابو الشیخ کے حوالے سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور جبریل امین کے ساتھ سرگوشی میں مشغول تھے کہ اچانک آسمان کا ایک کنارہ پھٹا، جبریل امین اس طرف متوجہ ہوئے، دیکھا تو ایک فرشتہ تھا جو اس راستے سے اُتر کر رسول اللہ ﷺ کے روبرو کھڑا ہوگیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کا ربّ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کو اختیار دیتا ہے کہ آپ چاہیں تو نبی عبد بنیں اور چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں۔ آپ ﷺ نے جبریل کی طرف دیکھا تو جبریل نے اپنے ہاتھ سے عاجزی و انکساری کرنے کا اشارہ کیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے مشورہ دے رہے ہیں، لہٰذا میں نے کہا کہ میں نبی عبد بنوں گا''۔ (**الحبائک فی اخبار الملائک، ص ۵**)

مسندِ احمد (رقم: ۱۴۰۱۷) میں یہ روایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حضرت روح القدس علیہ السلام ملائکہ رُسل میں سے ہیں اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کے

منصب پر فائز ہیں۔ بارگاہِ الٰہی کے مقرب خاص اور محرمِ راز ہیں۔ قرآنِ پاک اور کتب حدیث و سیرت میں آپ کے القاب و اسما اور صفات و مناقب کا تذکرہ مختلف مقامات پر ملتا ہے۔ بلاشبہ کثرت اسما و القاب آپ کے بلند مراتب کی دلیل ہے۔ احادیث صحیحہ میں آپ کے لیے ''الناموس'' اور ''ناموس الاکبر'' کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

خسرو خیل ملک، خادمِ سلطانِ عرب پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب

کلامِ پاک میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔ قرآن پاک میں لفظ ''جبریل'' تقریباً تین بار آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۹۷، ۹۸ اور سورۃ تحریم آیت نمبر ۴)۔ ''روح القدس'' کے لقب سے چار مقامات پر یاد کیا گیا ہے۔ دو بار سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۳ اور ۸۷ میں اور ایک ایک بار المائدہ آیت نمبر ۱۱۰ اور سورۃ نحل آیت نمبر ۱۰۲ میں۔ ''روح الامین'' کی صفت سے آپ کا تذکرہ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۹۳ میں ملتا ہے۔ ''الرّوح'' کے وصف کے ساتھ تقریباً پانچ مقامات پر متصف کیا گیا ہے۔ سورۃ غافر آیت نمبر ۱۵، سورۃ مجادلہ آیت نمبر ۲۲، سورۃ المعارج آیت نمبر ۴، سورۃ النبا آیت نمبر ۳۸ اور سورۃ القدر آیت نمبر ۴ میں جبکہ بعض جگہ الرّوح کے اطلاق میں مفسّرین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ سورۃ مریم کی آیت نمبر ۱۷ میں ''روحنا'' اور ''بشراً سویا'' کہہ کر یاد فرمایا گیا ہے۔

حضرت سیدنا جبریل امین علیٰ نبینا و علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معزز رسول بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسول منتخب فرمائے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اللہ یصطفی من الملائکۃ رُسُلاً ومن النّاس۔ (سورۃ الحج:۷۵)

''اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول چن لیتا ہے''۔ اور جبریل امین کو تو قرآن نے رسول کریم کہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اِنّہ لَقَولُ رَسُولٍ کَرِیم''۔ (سورۃ التکویر: ۱۹)

''بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے''۔ (کنز الایمان) سورۃ التکویر کی دیگر آیات میں آپ کو درج ذیل صفات و القابات سے یاد کیا گیا ہے: (۱) ذی قوۃ: طاقتور، مضبوط گرفت والا (۲) مُطاع (۳) امین۔ یعنی جبریل امین اپنی خلقت کے اعتبار سے قوت و ہیبت اور جبروت کے مالک ہیں اور آسمان والوں کے پیشوا اور قاید ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں قربِ خاص اور وجاہت کے حامل ہیں اور آپ کو حریم ذات کے ستر پردوں تک بلا اذن اندر جانے کا اختیار حاصل ہے۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے جبریل کو امین کہہ کر خود ان کی امانت و دیانت کی گواہی دی ہے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں اس مقام پر ربّ العالمین نے اپنے رسول بشری اور ملکوتی دونوں کے اوصاف حمیدہ کو بیان کیا ہے۔ سورۃ النجم میں بھی اسی انداز سے حضرت جبرائیل کی امتیازی حیثیت کا تذکرہ کیا گیا ہے:

عَلَّمَه شَدِيدُ القُوى. ذُو مِرَّةٍ فاستوى۔ (النجم:۶،۵) ''انھیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔ پھر اس جلوے نے قصد فرمایا''۔ (کنزالایمان)

یہاں آپ کو شدید القوٰی یعنی زبردست، مضبوطی اور طاقت والا کہا گیا ہے۔ ''ذومرۃ'' کے بھی قریب قریب یہی معنی ہیں۔ بعض مفسرین نے خوبصورتی اور حُسن و جمال سے بھی اسے تعبیر کیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی رفعت شان کا کیسا اظہار ہو رہا ہے کہ آپ اللہ کے حکم سے حضور ﷺ کو قرآن اور وحی کی تعلیم دینے پر معمور تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے مابین واسطہ وسند کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے تھے۔ حضرت فاضل بریلوی نے شاید اسی آیت کو مدِ نظر رکھ کر فرمایا ہے: ''وہ (یعنی جبریل) من وجہ نبی الکریم ﷺ کے استاد ہیں۔ اس لیے ان کا احترام اور ان کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے''۔ (اعتقاد الاحباب فی الجمیل. والمصطفٰی والاٰل الاصحاب) علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''کہ بعض واعظ حضرات ان کے بارے میں واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے نا مناسب انداز اختیار کر جاتے ہیں، انھیں احتیاط کرنی چاہیے''۔ (مطالع المسرات، ترجمہ اردو ص۱۲۷) نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور)

حضرت جبریل امین علیہ السلام کی بارگاہِ رسالت سے وابستگی اور کمالِ تعلق ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ احادیث و سیرت میں بھی جبریل امین کا تذکرہ اور احوال و آثار کثرت سے ملتے ہیں۔ حرا کی خلوتوں سے لے کر بابِ جبریل تک مجالست و مصاحبت کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ جس کے درمیان طائف کی وادی، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک کی مسافت، سدرۃ المنتہٰی تک کی بلندیاں، دنیٰ فتدلیٰ کے مدارج، بدر و اُحد کے معرکے اور دین کے اسرار و رموز جیسے کئی مراحل آتے ہیں۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ　　برسوں چہکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہو کر

دوسری جگہ مرغ سدرہ کا تذکرہ ایک اور انداز سے کرتے ہوئے کلکِ رضا نے مضامینِ قرآنی کو انوکھے انداز سے شعری قالب میں ڈھالا ہے۔ فرماتے ہیں:

عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا　　طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب

سرکار دو عالم ﷺ کو جبریل امین علیہ السلام سے حد درجہ محبت اور گہرا تعلق خاطر تھا۔ جس کا اظہار موقع و محل کی مناسبت سے مختلف مواقع پر ہوا کرتا تھا۔ حضور علیہ السلام بذاتِ خود صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو روح القدس کی باتیں سنایا کرتے تھے اور ان کا تعارف و تذکرہ بنفس نفیس فرما کر صحابہ کے ذوقِ ایمانی کو تقویت پہنچایا کرتے تھے اسی شوق انگیز تذکرے اور تعارف کا نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرام کے دلوں میں جبریل

امین کی زیارت و ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی اور کچھ خوش نصیب صحابہ نے روح الامین کا دیدار بھی کیا اور کچھ نے ان کی باتیں سن کر تسکین پائی۔

زبان نبوت سے جبریل امین کی صفات و کمالات اور شکل و شباہت کا بیان کس طرح سے ہوا ہے۔ اس کے لیے کچھ احادیث و روایات سے استفادہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی، اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت بحوالہ ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں: **انَّ جبریل امام اهل السماء۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص ٦) (روح المعانی: ١/٣٣٣)**

''بے شک جبریل آسمان والوں کے امام ہیں''۔ طبرانی حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **الا اخبرکم بافضل الملائکه؟ جبریل۔ (الحبائک، ص ٦) (روح المعانی، ایضاً)** ''کیا میں تمھیں سب سے افضل فرشتے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ جبریل ہیں''۔ مسند احمد میں حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''جبریل علیہ السلام کا نام عبداللہ اور میکائیل کا نام عبیداللہ ہے''۔ (مسند احمد، رقم: ۹۷۸۸)

مسند احمد میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین کو سبز جبہ میں زمین و آسمان کو ڈھانپے ہوئے دیکھا''۔ (مسند ابن مسعود: رقم: ۳۷۷۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں ہے: **رای جبریل فی صورته له ستمائة جناح۔ (مسلم: کتاب الایمان رقم: ۲۵۳)** ''آپ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا، ان کے چھ سو پر (بازو) تھے''۔ ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین سے دریافت فرمایا: **هل تریٰ ربَّک؟ قال: ان بینی و بینه سبعین حجاباً من نار و نور لو رأیت ادناها لا حترقت۔** ''کیا تم نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے؟ تو جبریل نے کہا، بے شک میرے اور میرے رب کے درمیان ستر پردے آگ اور نور کے ہیں۔ اگر میں ان میں سے پہلے پردے کو بھی دیکھ لوں تو جل جاؤں''۔ شریح بن عبیداللہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ جب آسمانوں کی سیر فرما رہے تھے تو آپ نے جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں ایسے دیکھا کہ ان کے پروں پر زمرد، یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یوں لگا کہ ان کی پیشانی نے آسمان کے ایک حصے کو ڈھانپ لیا ہے، اس سے پہلے میں ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا رہا تھا اور اکثر اوقات میں نے جبریل کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا اور گاہے میں نے جبریل کو ایسے بھی دیکھا جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی کو (کپڑے کی باریک چلمن) میں سے دیکھتا ہے۔ احمد ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: **ان رسول الله ﷺ**

لم یر جبریل فی صورتہ الا مرتین، اما واحدۃ فانہ سالہ ان یریہ نفسہ، فأراہ نفسہ فسدّ الافق، فاما الاخری، فلیلۃ الاسراء عند السدرۃ۔ (الحبائک، ص ۷) ''بے شک رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین کو ان کی حقیقی صورت میں سوائے دو بار کے نہیں دیکھا۔ ایک بار اس وقت جب آپ ﷺ نے خود جبریل سے فرمایا کہ مجھے اپنی اصلی صورت دکھاؤ تو انھوں نے آپ کو اپنی حقیقی صورت دکھائی جس سے آسمان چھپ گیا اور دوسری بار معراج کی رات، سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک''۔ (مسند احمد، رقم: ۳۸۶۱)

سدرۃ المنتھیٰ کھاں ھے؟

سدرۃ لغت میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور منتہیٰ کے معنی انتہا کی جگہ، ساتویں آسمان پر عرش رحمٰن کے نیچے یہ بیری کا درخت ہے۔ مسلم کی روایت میں اس کو چھٹے آسمان پر بتایا گیا ہے اور دونوں روایات میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان پر اور شاخیں ساتویں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)۔ اس کو منتہیٰ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام فرشتوں کی رسائی کی یہ آخری حد ہے۔ بعض روایات کے مطابق احکامِ الٰہیہ ابتدا میں عرش رحمٰن سے سدرۃ المنتہیٰ پر نازل ہوتے ہیں اور یہاں سے متعلقہ فرشتوں کے سپرد ہوتے ہیں اور زمین سے آسمان پر جانے والے اعمال نامے وغیرہ بھی فرشتے یہیں تک پہنچاتے ہیں۔ وہاں سے حق تعالیٰ کے سامنے پیشی کی کوئی دوسری صورت ہوتی ہے۔ مسند احمد میں یہ مضمون حضرت عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) یاد رہے سدرۃ المنتہیٰ وہی مقام ہے، جہاں جبریل امین معراج کی رات رک گئے تھے اور حضور ﷺ کے استفسار پر جواب دیا تھا:

اگر یک سر موی برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

حضور اگر یہاں سے بال برابر بھی میں آگے بڑھا تو تجلیاتِ ذاتیہ کی حدّت سے میرے پر جل جائیں گے۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جب جبریل نے کہا ''ان تجا وزتہ احترقت بالنور'' اگر میں آگے بڑھا تو تجلی کے باعث جل جاؤں گا۔۔۔ فقال النبی ﷺ یا جبریل ھل لک من حاجۃ؟ قال؛ یا محمد! سل اللہ ان أبسط جناحی علی الصراط لأمتک حتی یجوزوا علیہ.

(المواھب اللدنیۃ (۲/ ۳۸۱)

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

کتب تفاسیر واحادیث اور سیرت وتواریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے واقعۂ معراج کے اس اہم موڑ پر پیش آنے والی اس کیفیت پر غور کیا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے ''سدرۃ المنتہیٰ'' حریم ذات کی طرف جانے والے راستے کی آخری ''چیک پوسٹ'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں سے آگے ہر مخلوق کا داخلہ ممنوع ہے۔

اسی لیے تو اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں:

تھکے تھے روح الامیں کے بازو، چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی، نگاہ حسرت کے ولولے تھے

(حدائق بخشش، ص۸۹)

دوسری جگہ امام اہلسنّت اسی مضمون کو ایک اور انداز میں بیان فرماتے ہیں:

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے

سچ ہے یہ اسرار خاص، خاصانِ بارگاہ کے لیے ہی خاص تھے، اور یہ خصوصیت صرف اور صرف ایک منتخب ہستی کے لیے تھی جو اوّلین و آخرین کے امام اور سید الانبیا والمرسلین ہیں۔ واقعۂ معراج کے اسرار و رموز تک رسائی کے لیے جس کمالِ معرفت اور لطافتِ روحانی کی ضرورت ہے۔ فاضلِ بریلوی کا کلام اس کی شہادت دیتا ہے۔ واقعۂ معراج کی تحیّر خیزی کو آپ نے کیسے عارفانہ کمال سے بیان کیا ہے۔ ایک شعر دیکھیے:

قصرِ دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روحِ قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

(حدائق بخشش ص ۳۱)

حضرت روح القدس کی بارگاہ رسالت سے وابستگی کی کئی جہات اور مختلف پہلو ہیں۔ کبھی وہ سفیر ذاتِ باری بن کر آتے ہیں، کبھی وزیر و مشیر بن کر بیٹھتے ہیں، کبھی رازداری و غمگساری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں تو کبھی معلم و استاد بن کر صحابہ کو دین سکھا رہے ہوتے ہیں۔ جبریل امین کی حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہی ہمہ پہلو وابستگی انھیں اہل محبت کی توجہ کا مرکز بناتی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ان کی دید کے مشتاق رہتے اور خود سرکار کونین ﷺ اپنی محفل میں ان کا تذکرہ کیا اور سنا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں:

''ایک دن آپ ﷺ نے جبریل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جبریل کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ ایک تیز رفتار پرندے کی پانچ سو سالہ پرواز کے برابر ہے''۔ (الحبائک: ص: ۷)

ابن جریر، حضرت حذیفہ، ابن جریج اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں: ''جبریل امین علیہ السلام کے دو پر ہیں اور پروں پر مرصع موتیوں کی جھالریں ہیں، ان کے اگلے دانت چمکدار اور پیشانی روشن ہے۔ ان کا سر گویا وہ ایک ہیرا ہے اور برف کی مانند سفید ہے اور ان کے پاؤں سبزی مائل ہیں۔ (الحبائک فی اخبار الملائک: ۷) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''جبریل اللہ کی طرف سے بندوں کی حاجتوں پر معمور ہیں، جب مومن بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: اے جبریل! میرے بندے کی حاجت کو روکے رکھ، کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کی آواز مجھے پسند ہے اور جب کوئی کافر دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے جبریل! اس شخص کی حاجت جلد پوری کر کیونکہ میں اس سے بغض رکھتا ہوں اور اس کی آواز مجھے ناگوار ہے"۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بارگاہِ رسالت میں حاضری کی کیفیات اور آداب کو بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان پورے انہماک سے دیکھتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ کتب احادیث میں مروی مشہور حدیث جسے "حدیث جبریل" بھی کہتے ہیں، اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مکالمہ کے اختتام پر صحابہ کرام سے فرمایا:

هذا جبريل جاء كم يعلمكم دينكم۔ "یہ جبریل ہیں جو تمھیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں"۔

اعلیٰ حضرت بریلوی نے قدم قدم پر جناب جبریل کی بارگاہ و رسالت سے وابستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مضامین نو کے پھول کھلائے ہیں اور شعر برائے شعر کہنے کی بجائے احادیث و سیرت کے ذخیرے پر محدثانہ نگاہ رکھتے ہوئے اہل فکر و دانش کی روحانی و علمی ضیافت کا سامان بہم پہنچایا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ لاہوت و ملکوت کے بحر بے کنار کی غواصی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ جبریل امین کی عظمت و ہیبت اور جلال و جبروت کو پوری آب و تاب سے اہل نظر کے سامنے لانے کی جو کاوش کرتے ہیں تو اس دوران لحہ بھر کے لیے بھی وہ اپنے ممدوح اعظم اور آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ سے نگاہ نہیں ہٹاتے۔ بلکہ اس سارے اہتمام کا مقصد ہی شرح کمالات نبوت معلوم ہوتا ہے کہ آؤ پہلے جبریل کی شان و عظمت کو اچھی طرح سمجھ لو، پھر جبریل کے آقا کی شان خود ہی کھل جائے گی۔ فرماتے ہیں:

تمہارے وصفِ کمال و جمال میں جبریل
محال ہے کہ مجال و مساغ لے کے چلے

(حدائق: ص ۵۱)

مسند احمد میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایسے ہی کسی موقع پر یہ الفاظ مروی ہیں: **ما رأينا رجلاً اشد توقيراً الرسول الله ﷺ من هذا۔** (احمد: رقم: ۳۵۲)

"ہم نے کسی کو بھی اس شخص سے بڑھ کر حضور ﷺ کی توقیر و تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔ فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے:

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور ﷺ کے محرم راز، غمگسار ساتھی اور مصاحب تھے۔ جب کبھی آپ ﷺ مغموم یا متفکر ہوئے تو جبریل آ کر آپ کو تسلی دیتے اور آپ کی دل جمعی کا سامان بہم پہنچاتے۔

حضرت انس ابن مالک کہتے ہیں: ایک دن جبریل امین، نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ آپ اہلِ مکہ کی ایذا رسانی کے باعث غمگین بیٹھے تھے۔ جبریل نے پوچھا آپ کو کیا ہوا ہے؟ تو آپ ﷺ نے انھیں اپنے زخم دکھا کر فرمایا، دیکھو ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے اور آگے کیا کرنے والے ہیں تو جبریل نے کہا کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کو ایک نشانی دکھاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ تو جبریل علیہ السلام نے دور وادی میں ایک درخت کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اُس درخت کو بلایئے تو آپ ﷺ نے اس درخت کو پکارا وہ درخت چلتا ہوا آیا اور آپ کے رُوبرُو کھڑا ہو گیا۔ پھر جبریل نے کہا اب اسے حکم دیں واپس لوٹ جائے آپ نے حکم دیا تو وہ درخت اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مطمئن ہو کر فرمایا: بس مجھے اطمینان ہو گیا۔ (احمد، رقم: ۱۱۸۵۷)۔

حضرت معاویہ بن معاویہ اللیثی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ان کا وصال ہو گیا اور حضور ﷺ سفر کے باعث کسی دوسرے شہر میں تشریف فرما تھے۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جبریل امین آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: معاویہ بن معاویہ کا انتقال ہو گیا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہاں"۔ تو جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا تو کوئی درخت اور تنکا ایسا نہ رہا جو الٹ پلٹ نہ ہو گیا ہو۔ جب آپ ﷺ نے نگاہ اُٹھائی تو جنازے کی چارپائی آپ کے سامنے تھی۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی جبکہ آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں جن میں سے ہر ایک صف میں ستر ہزار فرشتے تھے"۔ نبی کریم ﷺ نے جبریل سے پوچھا: اے جبریل! معاویہ اللہ کے نزدیک اس درجۂ قرب تک کیسے پہنچا؟ تو جبریل نے جواب دیا: سورۃ الاخلاص (قل ھو اللہ احد) کی محبت کے باعث، اور اس سورۃ کی اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے ہر حال میں تلاوت کے سبب اسے یہ مقام ملا ہے۔ (مجمع الزوائد، رقم: ۱۴۹۱۷)

حضرت جبریل امین کو سرکار دو عالم ﷺ سے تعلقِ خاطر کی وجہ سے آپ کی اُمت سے بھی محبت ہے۔ آپ اس امت کے عاصیوں کی بخشش اور مغفرت کی دعائیں بھی کرتے ہیں اور قیامت کے دن حضور ﷺ کے امتیوں کے لیے پل صراط پر اپنا پر بھی بچھائیں گے تاکہ وہ سہولت سے یہ مرحلہ طے کر سکیں۔ امام قسطلانی نے المواھب میں جبریل امین کی اس آرزو کا تذکرہ کیا ہے کہ انھیں امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کے لیے پل صراط پہ اپنا پر بچھانے کی اجازت عطا ہو جائے۔ (المواھب: ج: ۲ ص ۳۸۱)۔ فاضلِ بریلوی نے اس کیفیت کو یوں منظوم کیا ہے:

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو

جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو (ص ۴۷)

عرصۂ محشر کے ہنگاموں میں امت نبوی کی دستگیری اور مشکل کشائی کے حوالے سے اس مضمون کو بڑے لطیف پیرائے میں باندازِ دیگر یوں ادا فرماتے ہیں:

اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں

حضرت جبریل امین علیہ السلام جس گھر میں بار بار وحی لے کر اُترتے تھے اس گھر کے مکینوں سے بھی انھیں خاص انس تھا۔ خصوصاً اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو محرم اسرارِ نبوت تھیں، اس حوالے سے سرِفہرست ہیں۔ چنانچہ مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ جبریل امین بارگاہ رسالت میں آئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ خدیجہ برتن میں کھانے یا پینے کی کوئی چیز لیے آرہی ہیں، جب وہ آپ کے قریب آئیں تو "فاقرأ علیها السلام من ربها ومنی" انھیں ان کے رب کا اور میرا سلام کہہ دیں، اور جنتی محل کی بشارت سنا دیں،، من قصب لاصخب فیه ولا نصب،،۔ (احمد: رقم: ۷۱۳۶)

اعلیٰ حضرت نے گویا اسی حدیث کو منظوم کیا ہے:

منزل من قصب، لا نصب لا صخب
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

حجرۂ عائشہ میں کثرتِ آمد و رفت کے باعث اس کے ایک دروازے کو بابِ جبریل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جبریل امین، حضور اکرم ﷺ کی وساطت سے امہات المؤمنین کو سلام بھی پیش کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ:

ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل تمھیں سلام کہہ رہے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں، میں نے کہا: وعلیه السلام و رحمة الله (ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت)۔ حضور آپ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ (صحیح مسلم، رقم: ۶۱۰۶)۔ ام المؤمنین کی اسی خصوصیت کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جس میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اُس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں: جب کبھی حضور اکرم ﷺ علیل ہوتے تو جبریل آکر آپ کو دم کیا کرتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے: بسم الله أرقیک من کلّ داءٍ یشفیک من شرّ حاسدٍ اذا حسد ومن شرّ کل ذی عین۔ (مسلم: الطب والمرض: ۴۰۵۵) (مسندِ احمد، رقم: ۲۴۸۷۴، ۲۴۱۱۱)

حضور ﷺ کے اہلِ بیت خصوصاً حسنین کریمین سے بھی جبریل امین علیہ السلام کو بہت لگاؤ تھا۔ ابوالفرج اصفہانی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ: کان علی الحسن والحسین تعویذتان حشو هما من زغب جناح جبریل علیه السلام ۔ (الأغانی، ص ۱۷۹۳)" امام حسن و حسین کے دو تعویذ تھے جن میں جبریل امین کے پروں کے نرم ریشے بھرے ہوئے تھے"۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام کے پروں کی برکات تو کیا کہنا آپ کے گھوڑے کے پاؤں سے چھو جانے والی مٹی بھی ایسی حیات بخش تھی کہ بنی اسرائیل کے سامری نے اس مٹی کے ذریعے بولنے والا سونے کا بچھڑا تیار کرلیا تھا۔ قرآنِ پاک میں اس کی تفصیل اور صراحت موجود ہے۔

جبریل امین علیہ السلام کے ان کمالات کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ امام الانبیا ﷺ کے ہم نشین و جلیس ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا: "أميری من الملائكة جبريل"۔ یعنی فرشتوں میں میرا معتمدِ خاص جبریل ہے۔ تمام انبیا کرام علیہم السلام کے پاس جبریل خواب میں آئے سوائے پانچ اولوالعزم رسولوں کے۔ ایک قول کے مطابق جبریل حضرت آدم کے پاس ۲۱ مرتبہ آئے، حضرت نوح کے پاس (۴۳) مرتبہ، حضرت ابراہیم کے پاس (۴۸) مرتبہ، حضرت یوسف کے پاس (۴) مرتبہ، حضرت موسیٰ کے پاس (۳۱) مرتبہ اور نبیٔ پاک ﷺ کے پاس چار لاکھ بیس مرتبہ تشریف لائے۔ (مطالع المسرات (مترجم) ص ۲۰۷)۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں:

ترے در کا درباں ہے جبریل اعظم

ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے

حضرت سیدنا جبریل امین علیٰ نبینا و علیہ السلام، اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول اور ملائکۂ مقربین میں سے ہیں۔ قرآن پاک میں آپ کی صفات و خصائص کا تذکرہ کرتے ہوئے خالق کائنات نے آپ کے دشمنوں کو اپنا دشمن قرار دیا ہے اور محبتِ جبریل کو اہل ایمان کی علامت فرمایا ہے۔

ہمارے آقا امام الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے ارشادات سے بھی جبریل امین کی رفعت شان اور مراتب عالیہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور ایمان بالملائکہ تو عقاید اسلامیہ کا لازمی جزو ہے۔ یعنی فرشتوں کے وجود اور صفات و کمالات پر ایمان رکھنا مسلمان کی بنیادی شرائط میں سے ہے۔

لہٰذا ملائکہ کرام خصوصاً جبریل امین علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلامی عقاید ونظریات اور زبان و بیان کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھنا ہر مسلمان کی دینی ضرورت اور ایمانی تقاضا ہے۔

XXXXXXXXX

قرآن کریم علمائے دیوبند کی نظر میں

ترتیب: خلیل احمد رانا

علماء دیوبند اور توہینِ قرآن

علمائے دیوبند کے متعلق اُن کے حواری پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ہمارے علما نے قرآن کی بہت خدمت کی، بہت قدر کی، بہت سی تفسیریں لکھیں، ہمارے درسِ قرآن کا بہت شہرہ ہے، ہم نے قرآن کے اتنے حافظ بنائے وغیرہ وغیرہ۔

یہ ساری باتیں سننے کے بعد آپ حیران ہوں گے کہ قرآن کریم کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ غفلت کی حالت میں یعنی بے خبری یا بغیر دھیان کے قرآن پڑھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ معاذ اللہ، بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس کرنا ہے، آپ کہیں گے کہ ایسا کس نے لکھا اور کہاں لکھا ہے تو سنیے!

مولوی محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ) سابق امیر تبلیغی جماعت نے ایک کتاب ''فضائل نماز'' لکھی ہے، یہ کتاب کئی اداروں نے علیحدہ بھی شائع کی ہے اور ''تبلیغی نصاب'' میں بھی شامل ہے، آج کل اسی تبلیغی نصاب میں سے ''فضائل دُرود'' کا حصہ نکال کر'' اس کو ''فضائل اعمال'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے، اس میں بھی یہ حصہ ''فضائل نماز'' شامل ہے، فضائل نماز کے بالکل آخر میں لکھتے ہیں!

آخری گذارش

''صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا، نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت میں بھی ہوسکتی ہیں مثلاً زکوۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا، لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہوجاتی ہے نہ اس میں کوئی

مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع، اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے، جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے، اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو، اس لیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے، لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے، یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے، نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے، جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گذر چکا ہے البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں''۔[۱]

راقم نے جن دنوں یہ عبارت پڑھی، اس سے چند دن بعد اتفاق سے ہمارے ایک دوست محمد صفدر علی صابر صاحب مل گئے، جو کہ خانیوال شہر (پنجاب) کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتے ہیں، راقم نے اُن کو یہ عبارت دکھائی اور کہا کہ یار ہم تو گنہگار اور دنیا دار قسم کے لوگ ہیں، نماز میں اکثر خیالات منتشر ہو جاتے ہیں اور پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ گئے ہیں، اور بزرگوں سے یہی سُنا ہے کہ قرآن غفلت میں بھی پڑھا جائے تو وہ قرآن ہی ہوتا ہے، ایسی حالت میں پڑھے گئے قرآن کو ہذیان اور بکواس کہنا کیا قرآن کی توہین نہیں؟

صفدر صاحب کہنے لگے کہ میں اس عبارت کا سوال بنا کر دیوبندیوں کے مدرسے میں بھیجتا ہوں دیکھیے کیا جواب دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے دیوبندیں کے مشہور مدرسہ ''خیر المدارس'' بیرون دہلی گیٹ ملتان، میں درج ذیل سوال بنا کر بھیجا۔

سوال۔ گذارش ہے کہ ہمارے علاقہ کے مولوی صاحب نے ایک تبلیغی سلسلہ شروع کیا ہے، اس نے ایک بات درج کی ہے، جس پر علاقہ میں جھگڑا طول پکڑے ہوئے ہے، آپ درج ذیل عبارت پڑھ کر شرع حکم سے آگاہ فرمائیں۔

''صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا، نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت میں بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا، لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہوجاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع، اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچ سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے، جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے، اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو، اس لیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے، لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے، یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے، نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے، جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گذر چکا ہے البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں''۔

گذارش ہے کہ آیا اس کلام میں قرآن کریم کی توہین تو لازم نہیں آتی، اگر توہین ہے تو ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس شخص کی امامت اور اس سے میل جول شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

السائل۔ محمد صفدر علی صابر، پل اصطبل خانیوال۔ ۲؍ستمبر ۲۰۰۰ء

الجواب

فتویٰ نمبر ۳۳/ ۱۴۸۔ مورخہ ۱۷۔۱۱۔۱۴۲۱ھ/ ۱۲؍فروری ۲۰۰۱ء

خط کشیدہ الفاظ موہوم توہین ہیں اس کے قائل پر اعلانیہ توبہ ضروری ہے جب تک توبہ نہ کرے اسے

مصلّی پر نہ کھڑا کیا جائے مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — مہر دارالافتا — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفی عنہ — جامعہ خیر المدارس ملتان — ۱۷۔۱۱۔۱۴۲۱ھ

تبلیغی نصاب ''فضائل اعمال'' میں تحریف

دیوبندیوں نے اپنی پرانی عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تبلیغی نصاب کے ایک ایڈیشن میں اس عبارت میں تحریف بھی کر دی ہے، ملاحظہ فرمائیے!

''یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے''۔[۲]

دیوبندی تبلیغیوں نے مصنف کی اجازت کے بغیر اس عبارت میں تحریف کر کے اپنی جہالت کو بھی واضح کر دیا کہ اصل عبارت میں تو الفاظ ''ہذیان اور بکواس ہوتی ہے'' تھے، اس فقرے میں لفظ ''بکواس'' مؤنث ہے، تحریف کرنے والے نے لفظ ''بکواس'' تو کاٹ دیا مگر الفاظ ''ہوتی ہے'' رہنے دیئے، حالانکہ لفظ ''ہذیان'' مذکر ہے، اس کے بعد ''ہوتا ہے'' آنا چاہیے تھا۔

علمائے دیوبند کا عقیدہ کہ قرآن میں لفظی تحریف ہے

علمائے دیوبند کے نزدیک قرآن پاک میں لفظی تحریف کے قائلین کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں، چنانچہ علمائے دیوبند کے امام مولوی انور شاہ کشمیری ثم دیوبندی (متوفی ۱۳۵۲ھ) نے خود بھی قرآن پاک میں لفظی تحریف واقع ہونے کا موقف اختیار کیا ہے۔

ہمارے دوست ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب ایم بی بی ایس نے ۲۰۰۱ء میں نے مولوی انور شاہ کشمیری کی کتاب ''فیض الباری علی صحیح البخاری'' کے مکمل صفحہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرا کے دیوبندی مدرسہ خیر المدارس ملتان میں بھیجی کہ اس درج ذیل عبارت کا مطلب کیا ہے؟، وہاں سے مولوی محمد ایوب حسینی نے اسی فوٹو اسٹیٹ والے صفحہ کے حاشیہ پر جو جواب لکھا وہ اس عبارت کے بعد درج ہے، کی عبارت یہ ہے۔

''قولہ: [وقال ابن عباس] الخ، واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب: ذهب جماعة الی ان التحریف فی الکتب السماویة قد وقع بکل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعا، وهو الذی مال الیه ابن حزم، وذهب جماعة الی ان التحریف قلیل، ولعل الحافظ ابن تیمیة جنح الیه، وذهب جماعة الی انکار التحریف اللفظی رأسا، فالتحریف عندهم کله معنوی، قلت: یلزم علی

ھذا المذھب ان یکون القرآن ایضامحرفا ، فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیه ایضا، والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضا، اما انه عن عمد منهم أو لمغلطة ، فالله تعالیٰ اعلم به". [۳]

دیوبندی مولوی کی تاویلات

مدرسہ خیرالمدارس کے مولوی محمد ایوب نے اس مذکورہ عبارت کے جواب میں شروع کے الفاظ [وقال ابن عباس] پر "ا" کا نشان ڈال کر لکھا!

"عن عبدالله بن عباس رضی الله عنهم قال یا معشر المسلمین کیف تسئلون اهل الکتاب وکتابکم الذی انزل علی نبیّه احدث الاخبار بالله تقررونه لم یشب (وقد حدثکم الله ان اهل الکتاب بدلوا ماکتب الله وغیروا بایدیهم الکتاب فقالوا هو من عندالله لیشتروا به ثمنا قایلا) افلا ینها کم ما جائتکم من العلم عن مسئالة ولا والله مارا أینا منهم رجلاقط یسئلکم عن الذی انزل علیکم".

(بخاری ، ج۱، ص۳۶۹ و ج۲، ص۱۰۹۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اہل کتاب نے اپنی کتب سماویہ میں تحریف کی اور ان کو بدل دیا جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے، پھر علماء میں اختلاف ہوا کہ اہل کتاب نے جو اپنی کتاب میں تحریف کی وہ لفظی تھی یا معنوی ، بعض علماء معنوی تحریف کے ساتھ لفظی تحریف کے بھی قائل ہیں اور بعض علماء صرف تحریف معنوی کے قائل ہیں۔

تو اس پر علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر صرف تحریف معنوی کا قول کیا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ تحریف معنوی تو کافر قوموں نے قرآن پاک میں بھی کی کہ آیات کا معنی ومطلب اپنے مطلب کے مطابق بیان کرلیا اور والذی تحقق عندی سے پہلی کتب سماویہ میں تحریف کے متعلق فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ محقق یہ ہے کہ ان کتب سابقہ میں تحریف لفظی ہوئی ہے اور والذی عندی ان التحریف فیه میں "فیه" کی ضمیر سے مراد پہلی کتب ہیں نہ کہ قرآن پاک، کیونکہ اگر "فیه" کی ضمیر کو

قرآن کی طرف لوٹایا جائے تو یہ صحیح نہیں چونکہ آگے "منھم" کی ضمیر کتب سابقہ کی طرف راجع ہے، یہ قرینہ ہے کہ فیہ کی ضمیر کا مرجع بھی کتب سماویہ ہیں نہ کہ قرآن مجید، یہ شرارت سب سے پہلے مودودی نے کی اس کے بعد یہ شرارتی لوگ اس کو اچھالتے رہتے ہیں، اللہ ان کے شر سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین

جواب الجواب از ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب

جناب مولوی محمد ایوب حسینی بہاولپوری صاحب (دستخط میں تمہارا نام ایوب ہی معلوم ہوا)

سلام مسنون!

مولوی انور شاہ کشمیری کی فیض الباری، جلد۳، صفحہ ۳۹۵ کی عبارت مع لفظ بہ لفظ ترجمہ حاضر خدمت ہے:۔

واعلم ان فی التحریف ثلاثہ مذاھب : ذھب جماعة الی ان

اور جان لو یہ کہ تحریف میں تین مذہب (ہیں) گئی ایک جماعت اس طرف کہ

التحریف فی الکتب السماویة قد وقع بکل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعا

تحریف بیچ آسمانی کتابوں کے بیشک ہوئی ہر طرح سے بیچ لفظ اور معنی دونوں کے

وھو الذی مال الیہ ابن حزم وذھب جماعة الی ان التحریف

اور وہ وہی جماعت ہے کہ مائل ہوا اُس کی طرف ابن حزم اور گئی ایک جماعت اس طرف کہ تحریف

قلیل ولعل الحافظ ابن تیمیة جنح الیہ وذھب جمعة الی انکار

تھوڑی ہے اور غالباً حافظ ابن تیمیہ جھکے اس طرف اور گئی ایک جماعت طرف انکار

التحریف اللفظی رأسا فالتحریف عندھم کلہ معنوی

تحریف لفظی کے سرے سے تو تحریف نزدیک اُن کے ساری معنوی ہے

قلت: یلزم علی ھذا المذھب ان یکون القرآن ایضاً محرفاً

میں (انور شاہ) کہتا ہوں، لازم آتا ہے اُوپر اس مذہب کے کہ ہو قرآن بھی تحریف شدہ

فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیہ ایضاً، والذی

کیونکہ بے شک تحریف معنوی نہیں ہے تھوڑی اس میں بھی اور جو بات

تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً اما انہ

ثابت ہے میرے نزدیک یہ ہے کہ تحریف ہے اس میں لفظی بھی تاہم یہ جو ہے

عن عمد منهم او لمغلطة، فالله تعالیٰ اعلم به .
ارادے سے ہے اُن کے (صحابہ کے) یا مغالطے سے ہے پس اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ بات

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے شہر (جہانیاں منڈی) میں تمام دیوبندی (مدرس ومناظر) یہ عقدہ حل کرنے سے قاصر رہے، ٹیلی فون پر (مدرسہ خیرالمدارس) ملتان میں (دیوبندی مناظر) مولوی امین صفدر صاحب (متوفی ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء) سے رابطہ کیا گیا، انہوں نے عبارت کو برحق قرار دیا، مگر تحریری وضاحت سے قاصر رہے، عجب نہیں کہ انہیں یہی صدمہ لے گیا ہو، اُن کے شاگرد نے اُن کی دی ہوئی تعلیم سے جو جواب بھیجا ہے اُس کے نیچے دستخط سے محمد ایوب لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو صاف طور پر پڑھا نہیں جاتا، بہر حال کے باشد، جواب سے عاجزی جہالت اور دھوکہ دہی کی مجرمانہ کوشش صاف صاف نمایاں ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

''آخری فیہ (اس میں) ضمیر کا مرجع قرآن نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع کتب سماویہ ہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آخری سطر کا منھم بھی کتب سماویہ کی طرف لوٹ رہا ہے''۔

جناب مناظر صاحب! آپ کے اس جہالت بھرے اور پُر دھوکہ جواب پر میری طرف سے سردست چند سوال حاضر خدمت ہیں۔

(۱) قلت ۔ کے بعد انور شاہ کشمیری کا سارا کلام قرآن مجید کو محرف (تحریف شدہ) ثابت کرنے کے لیے ہے، اس میں دو بار فیہ (اس میں) آیا ہے، دونوں بار اس کا مطلب ہے (قرآن میں)، آپ نے پہلی بار اس کا وہی مطلب لکھا ہے، دوسری بار فیہ (اس میں) کا مطلب (کتب سماویہ میں) کہاں سے بن گیا؟

(۲) فیہ (اس میں) کی ضمیر واحد مذکر ہے، اس کا قریبی مرجع قرآن ہے، جو واحد بھی ہے اور قریبی بھی، ضمیر واحد ہے تو اُس کے لیے قریبی واحد مرجع کو لینا اصول کے مطابق تھا، قریبی واحد مرجع کو چھوڑ کر دور کے جمع کو مرجع بنانا کس اصول کی رُو سے ہے؟، (اگر کوئی قاعدہ واصول نہ ہو تو جس ضمیر کا جو چاہے مرجع بنا لیا جائے، اس طرح کی من مانی اپنے اندھے پیروکاروں کو تو خوش کر سکتی ہے، اہل علم تو اصول پوچھتے رہیں گے)۔

(۳) من مانی سے دوسرے فیہ (اس میں) کا مرجع (کتب سماویہ) کو قرار دے کر (قرآن) کو خارج کرنے کا مطلب یہی ہے کہ قرآن مجید آپ کے نزدیک آسمانی کتاب نہیں ہے، حالانکہ یہ نظریہ غیر اسلامی ہے، (کتب سماویہ) سے (قرآن) کو خارج کرنے سے بھی کفر لازم آتا ہے، اور (قرآن) کو (کتب سماویہ) میں داخل مانتے ہوئے (کتب سماویہ) کو تحریف شدہ ماننے سے بھی کفر لازم آتا ہے، فرمایئے! آپ کفر کا کون سا لزوم پسند کرتے ہیں؟

(۴) منھم کی ضمیر کا مرجع افراد ہیں نہ کہ کتب سماویہ، کیونکہ (اما انہ عن عمد منھم او لمغلطة) کی عبارت میں (عمداً یا مغالطے سے) کے الفاظ کا فاعل افراد ہیں نہ کہ کتابیں، کیا دیوبندیوں کے یہاں کتابیں بھی عمداً یا مغالطے سے کوئی کام کرتی ہیں؟

(۵) اگر مِنْھُمْ کی ضمیر کا مرجع جاہلانہ طور پر افراد کی بجائے کتب سماویہ کو ہی ٹھہرایا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ انور شاہ کے نزدیک کتب سماویہ میں یہود ونصاریٰ نے جو تحریف کی ہے وہ عمداً یا مغالطے سے کی ہے، انور شاہ کو شک ہے اور وہ قرآن پاک کے اس دعوے کو پھر مشکوک کررہا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے جان بوجھ کر حق بات چھپائی ہے، عمداً جرم کرنے والوں کے جرم کو ہلکا کرنا اور قرآن کے دعوے کی تغلیط کرنا اور قرآن کے بیان میں شک کرنا، قرآن پاک کو تحریف شدہ ماننا نہیں تو اور کیا ہے؟

لیجیے مناظر صاحب! آپ کی تاویل سے بھی قرآن کا تحریف شدہ ہونا لازم آتا ہے کیونکہ آپ احتمالاً کہتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ نے مغالطے سے تحریف کی، مگر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق وہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''جان بوجھ کر'' والا حصہ آپ تحریف شدہ مانتے ہیں۔ ؎

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا

اِدھر ٹانکا اُدھر اُدھڑا، اُدھر ٹانکا اِدھر اُدھڑا

جناب مناظر صاحب! اگر کچھ تاویلات باقی پٹاری میں رہتی ہیں تو وہ بھی سامنے لایئے، اُن کا بھی تجزیہ کیا جائے گا اور مودودی صاحب نے اگر بقول آپ کے یہ ''شرارت'' کی تھی تو آپ کے کون سے اکابر نے وضاحت کی تھی اور کیا وضاحت کی تھی؟ اگر وہ آپ کی بیان کردہ وضاحت ہی تھی تو یہ تو مودودی صاحب کے اعتراض کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے، مہربانی فرماکر ہماری نیت پر شبہ نہ فرمائیں، اس عبارت سے کفر ہٹائیں ورنہ اللہ کی پکڑ کا انتظار کریں جو بدلے کے دن کا مالک ہے۔

دعاگو

ا۔ح سعیدی ۱۴۲۱/۸/۱۰ھ از جہانیاں

علمائے دیوبند کا قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت سے انکار

علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم نے کفار کو اپنی فصاحت وبلاغت سے عاجز نہیں کیا تھا اور فصاحت وبلاغت سے عاجز کرنا علمائے دیوبند کے نزدیک کوئی کمال بھی نہیں، چنانچہ مولوی حسین علی صاحب (شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنی کتاب ''بلغۃ الحیران'' میں لکھتے ہیں!

''یہ خیال کرنا چاہیے کہ کفار کو عاجز کرنا کوئی فصاحت اور بلاغت سے نہ تھا، کیونکہ قرآن خاص واسطے کفار فصحاء بلغاء کے نہیں آیا تھا اور یہ کمال بھی نہیں''۔ [۴]

قرآن کریم کو علمائے دیوبند نے مرتب کیا؟

دیوبندیوں کے مشہور مدرسہ " خدام الدین " اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور نے جو قرآن کریم شائع کیا ہے اُس کے ٹائٹل (سرورق) کی عبارت درج ذیل ہے۔

لہٗ لقرآن کریم

مرتبہ

حضرت مولانا حاجی احمد علی صاحب (متوفی ۱۳۸۲ھ)

انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ۔ لاہور

باردوم ۱۳۹۷ھ، ضخامت صفحات ۹۶۶ (نیا ایڈیشن اسی طرح چھپ رہا ہے)[۵]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں پیدا ہونے والے کچھ لوگوں کے متعلق فرمایا!

"یقرء ون القرآن لایجاوز تراقیھم، یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیة، سیماھم التحلیق، لایزالون یخرجون حتی یخرج آخرھم مع المسیح الدجال"

ترجمہ: وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سر مُنڈے ہوں گے ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔[۶]

تعظیم قرآن اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ

حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی (یوپی، ہندوستان) تحریر فرماتے ہیں!

"حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے بیان کیا کہ جب میں نے حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے اُردو میں ترجمہ قرآن پاک کے لیے عرض کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس کی اشاعت کا مسئلہ سخت دشوار ہے، کاتب از ابتداء تا انتہا باوضو رہے، تصحیح کرنے والے بھی اہتمام کریں، تصحیح بھی نکتہ نکتہ اور شوشہ شوشہ کی ہو، مشین طیب وطاہر رہے، مشین مین اور مشین چلانے والے مزدور سب باوضو رہیں، پتھر بنانے والے، کاٹنے والے سب باوضو رہیں پھر اس کا فضلہ نہایت احترام سے ایسی جگہ دفن کیا جائے کہ بے ادبی نہ ہو"۔

''حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے ان ایک ایک احتیاط پر عمل کیا، اس کے لیے نیا پریس خریدا، پورا عملہ مسلمان رکھا اور سب کو باوضو رہنے کا پابند بنایا، اور اس میں سے جو کچرا یا پانی نکلتا نہایت احتیاط سے وہ ڈرموں میں جمع کیا جاتا اور پھر اسے لے جاکر شہر سے باہر دریا کے دھارے میں ڈال دیا جاتا''۔ [۷]

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کا ترجمہ کرنے سے پہلے مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے فرمایا!

''دوسرے لوگوں کے تراجم بھی حاصل کرلیے جائیں، قرآن پاک ڈاک وغیرہ سے نہ منگوایا جائے کہ اس میں بے ادبی ہوتی ہے، بلکہ اس کے لیے جہاں سے دستیاب ہوتے ہوں جاکر ایسے طریقے پر لایا جائے کہ بے ادبی نہ ہو''۔ (ملخصاً) [۸]

ایک صاحب نے راقم سے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ''خورجی (تھیلا) جو گھوڑے کی زین میں لٹکی رہتی ہے اُس میں قرآن شریف رکھا ہو تو ایسی حالت میں گھوڑے پر سوار ہونا جائز ہے، کیا یہ قرآن شریف کی توہین نہیں؟

راقم نے ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ دیکھ کر انہیں بتایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ ہے!

''اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی میں رکھنے پر مجبور محض ہے تو جائز ہے''۔[۹]

جب کسی وجہ سے قرآن شریف کو گلے میں لٹکا نہیں سکتا اُچھل کر گرنے کا اندیشہ ہے اور مجبور محض ہے تو یہ اضطراری حالت ہے، اختیاری نہیں ہے، تو جائز ہے اس طرح توہین نہیں ہوگی۔ بعض مساجد چھوٹی ہونے کے باعث کئی منزلہ ہوتی ہیں، لوگ اوپر والی منزل میں بھی نماز پڑھتے ہیں جب کہ نچلی منزل کی الماریوں میں قرآن کریم بھی رکھا ہوتا ہے، بعض اوقات خطیب صاحب کے ہاتھوں میں بھی قرآن کریم ہوتا ہے، تو ایسی حالت اضطراری کی وجہ سے توہین نہیں ہوتی۔

انہی صاحب نے پھر سوال کیا کہ ملفوظات ہی میں ہے، کسی نے پوچھا!

عرض: حضور اگر قرآن عظیم صندوق میں بند ہو اور ریل کا سفر یا کسی دوسری سواری میں سفر کر رہا ہے اور تنگی جگہ کے باعث مجبور ہے تو ایسی صورت میں صندوق نیچے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟۔

ارشاد: ہرگز نہ رکھے، انسان خود مجبوریاں پیدا کرلیتا ہے ورنہ کچھ دشوار نہیں، جس کے دل میں قرآن عظیم کی عظمت ہے وہ ہر طرح سے اُس کی تعظیم کا خیال رکھے گا۔[۱۰]

یہاں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ ''ہرگز نہ رکھے انسان خود مجبوریاں پیدا کرلیتا ہے

ورنہ کچھ دشوار نہیں'' اور اوپر فرمایا کہ ''اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی میں رکھنے پر مجبور محض ہے تو جائز ہے'' تو یہاں اعلیٰ حضرت کے دونوں ارشادات میں تضاد ہے۔

راقم نے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات میں بالکل تضاد نہیں ہے، ریل گاڑی میں انسان مجبور محض نہیں ہے، قرآن عظیم کو صندوق سے نکال کر ہاتھوں میں پکڑ کر سینے سے لگا کر بیٹھ سکتا ہے یا گود میں رکھ سکتا ہے، لے کر کھڑا بھی ہوسکتا ہے، مگر گھوڑے پر سوار یہ نہیں کرسکتا، وہ ہر طرح سے مجبور ہے، اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ''اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی میں رکھنے پر مجبور محض ہے تو جائز ہے۔

(علمائے دیوبند سے متعلق حوالوں کے عکس دفتر تحریک فکر رضا ممبئی میں دیکھے جاسکتے ہیں)

حوالہ جات

[۱]۔ مولوی محمد زکریا کاندھلوی، فضائل نماز (تبلیغی نصاب عکسی) مطبوعہ عتیق اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، سن طباعت ندارد، ص ۴۰۷

[۲]۔ فضائل اعمال ''فضائل نماز'' ناشر کتب خانہ فیضی لاہور، صفحہ ۳۸۳

[۳]۔ فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الشہادت، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، سورت (ہندوستان) ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء، جلد ۳، صفحہ ۳۹۵

[۴]۔ مولوی حسین علی، بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان، مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور، طبع اوّل، س ن، ص ۱۲

[۵]۔ مکتوب محمد عالم مختار حق، لاہور (مشہور محقق اور قرآن مجید کے پروف ریڈر)، محررہ ۸ر نومبر ۲۰۰۴ء، بنام راقم الحروف خلیل احمد رانا، جہانیاں، ضلع خانیوال، پنجاب

[۶]۔ مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۳۱۲

[۷]۔ سہ ماہی ''افکار رضا'' ممبئی، جلد ۹، شمارہ ۲، صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ/ اپریل تا جون ۲۰۰۳ء، صفحہ ۴، مضمون ''کنز الایمان کی اشاعت اوّل'' مضمون نگار شکیل احمد اعظمی ممبئی

[۸]۔ حیات صدر الشریعہ، مرتبہ مفتی عبدالمنان اعظمی، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ۲۰۰۱ء، ص ۴۲

[۹]۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت، مرتبہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں، حصہ سوم، مطبوعہ بریلی ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء، ص ۹

[۱۰]۔ ایضاً، حصہ اوّل، ص ۶۸، ۶۹

OOOOOO

درسی کتب اور خدماتِ علمائے اہل سنت

تحریر: محمد شریف رضا عطاری

حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں، قرآن، حدیث، یا وہ چیز جو وجوب عمل میں انکے مقابل ہے۔ (جیسا کہ اجماع وقیاس) اوران کے سوا جو کچھ ہے سب لغو ہے۔ ﴿السنن للدار قطنی، ۶۸/۴﴾

ارشاداتِ رضوی کی روشنی میں مذکورہ حدیث کی تشریح:۔

(نوٹ: قوسین ( ) میں موجود حاشیہ عبارت کی تسہیل کے لیے ہے، جو کہ ہماری طرف سے اضافہ ہے۔)

امامِ عشق ومحبت عاشق ماہِ رسالت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف لطیف فتاویٰ رضویہ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس حدیث کا صریح مفاد (یعنی اس حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے فائدے یہ ہیں کہ) ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت (علم کے فرض ہونے میں)، تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم (سیکھنا) فرضِ عین ہو اور فرضِ عین نہیں (یعنی فرضِ کفایہ، واجب وغیرہ ہو) مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل (خود) اپنے دین میں محتاج ہو، ان کا اعم واشمل اعلی واکمل واہم واجل علم (یعنی ان کا عام وافضل ہونا) علم اصول عقاید ہے جن کے اعتقاد سے آدمی سُنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی۔ والعیاذ باللہ تعالی۔ سب سے پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم (سیکھنا) ہے اور اس کی طرف احتیاج (یعنی اس کی حاجت میں) سب (لوگ) یکساں (ہیں) پھر (اس کے بعد) علم مسائلِ نماز، یعنی اس کے فرائض وشرائط مفسدات (یعنی نماز کے فرائض وشرائط، اور اس کو توڑنے والی چیزیں) جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے۔ پھر رمضان آئے تو مسائلِ صوم (روزے کے مسائل)، مالکِ نصاب نامی ہو تو (یعنی جس کے مال کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا سات تولہ سونے تک پہنچ جائے) تو مسائلِ زکوۃ، صاحبِ استطاعت ہو تو مسائلِ حج، (اگر) نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے (سیکھے)، تاجر ہو تو مسائلِ بیع شرع (خرید وفروخت کے مسائل)، مزارع پر مسائلِ زراعت (کھیتی باڑی کے مسائل)، موجر (ملازم) ومستاجر (اس کی اجرت دینے والے) پر مسائلِ اجارہ (سیکھنا) وعلی ھذہ القیاس (اسی طرح دوسرے معاملات کو اس پر قیاس کرلیا جائے۔) (نیز) ہر شخص پر اس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے۔ اور انہیں میں سے ہیں مسائلِ حلال وحرام کہ ہر فرد بشر (ہر انسان) ان کا

محتاج ہے اور مسائلِ قلب یعنی فرائضِ قلبیہ (یعنی وہ اُمور جن کا تعلق قلب سے ہو جیسا کہ آگے اس کی وضاحت خود ہی فرمارہے ہیں۔) مثل (مثلاً) تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور ان کے طریق تحصیل (ان کا علم جاننا) اور محرماتِ باطنی (جن کی حرمت کا تعلق انسان کے باطن سے ہو۔) تکبر وریا (دکھاوا کرنا) اور عجب (خود پسندی) وحسد (کسی پر انعام واکرام دیکھ کر اس کے زوال کی امید کرنا) وغیرہا (اور اسی طرح کے دیگر امور) اور انکے معالجات (ان سے بچنے کے طریقے) کہ ان کا تعلم (سیکھنا) بھی ہر مسلمان پر فرائض سے ہے، جس طرح بے نماز فاسق وفاجر ومرتکب کبائر (یعنی گناہوں کا رتکاب کرنے والا ہے) یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ "نسئل اللہ العفو والعافیۃ." ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ تو صرف یہ ہی علوم حدیث میں مراد ہیں، وبس غرض (البتہ) اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے۔ ﴿فتاویٰ رضویہ ۱۱/۱۷﴾

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کی روشنی میں علومِ دینیہ کی اہمیت روز روشن کی طرح صاف شفاف ہوجاتی ہے، اور ان علوم کے حاصل کرنے کے لیے موجودہ دور میں درسِ نظامی ایک بہترین معاون ساز ذریعہ ہے، جس کے ذریعے علوم فقہ تفسیر، اصولِ فقہ، حدیث اُصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، علومِ عربیہ، فارسی ادب میں مہارت حاصل کراکے دینی علوم کا پیکر بنایا جاتا ہے۔

درسِ نظامی کی تاریخ :-

درسِ نظامی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: یہ ایک بادشاہ نظام الملک طرطوسی کا ایجاد کردہ نظام تعلیم ہے اور اسی کی مناسبت اسے درسِ نظامی کہا جاتا ہے۔

اور یہ نظامِ تعلیم نیشا پور، بغداد، خراسان، عراق اور شام سے سفر کرتا ہوا آج ہمارے ہند و پاک میں بھی زور و شور سے رواں دواں ہے، آج بھی ہزاروں تشنگانِ علم اپنی پیاسوں کو بجھاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نیشاپور یونیورسٹی کے صرف لیکچر ہال میں ہی پانچ سو دواتیں تھیں، یعنی اس میں اتنے طلبہ سما سکتے تھے۔ اس عظیم درس گاہ کی تقلید میں اسلامی دنیا میں اور کئی اچھی درس گاہیں قایم ہوئیں۔

اس کے علاوہ نظام الملک طرطوسی کا جو سب سے بڑا کارنامہ تھا وہ یہ کہ اُس نے 67-1065ء بغداد میں نظامیہ یونیورسٹی قایم کی قرونِ وسطیٰ میں اسے مسلمانوں کے علمی عروج کے نشان کی حیثیت حاصل تھی دنیا بھر کے ملکوں کے طلبا اس معیاری درسگاہ میں علم حاصل کرنے آتے تھے۔ کسی بھی عالم کے لیے یہ بات باعث فخر تھی کہ وہ اس یونیورسٹی میں استاد مقرر ہوگیا۔ لوگ اس عہدے کی تمنا کرتے تھے۔ بادشاہ اس درسگاہ کی سرپرستی کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا اور اس سلسلے میں اپنے پیش رووں پر بازی لے جانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

ایسی درس گاہوں میں اساتذہ کو بڑی معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ اطمینان سے اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ طلبا سے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی بلکہ ان میں سے اکثر کو کتابیں، رہائش اور کھانا پینا بھی مفت فراہم کیا جاتا تھا۔ اس طرح غریب طلبا بھی بہترین تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔

نظام الملک کے زمانے میں حکومت ہر سال تعلیم پر زر کثیر صرف کرتی تھی۔ کل آمدنی کا دسواں حصہ اس نیک کام کے لیے وقف تھا۔ تمام درسگاہوں کی تعمیر پر تقریباً تیس لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ صرف بغداد کی نظامیہ یونیورسٹی پر دس لاکھ سے زیادہ لاگت آئی تھی۔ اسے ہر سال ایک لاکھ روپے سے زیادہ لاگت آتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے میں تعلیم پر بہت زیادہ روپیہ صرف کیا جاتا تھا۔ اس وقت روپے کی قیمت اب کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھی۔ بغداد کی نظامیہ یونیورسٹی بنیادی طور پر ایک مذہبی درس گاہ تھی لیکن وہاں فلسفہ، آرٹس اور سائنس بھی پورے ذوق وشوق سے پڑھائے جاتے تھے۔

یہ درس گاہ تقریباً دو سو سال تک قایم رہی اور اس عرصے میں اس میں شاید ہی کوئی استاد ایسا مقرر کیا گیا ہو جسے اپنے مضمون پر عبور حاصل نہ ہو۔ اس یونیورسٹی میں ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا، جس کے نگران ابوزکریا تبریزی تھے۔ 1258ء میں بغداد میں فرقۂ تارتاریہ کے جو دینی علوم کا نقصان ہوا تھا اس میں یہ یونیورسٹی متاثر تو ہوئی لیکن بچ گئی۔ 1393ء میں امیر تیمور نے بغداد فتح کیا اور اس کے دو سال بعد نظامیہ یونیورسٹی کو مستنصریہ یونیورسٹی میں جذب کردیا گیا۔ ﴿ملخص: ماہنامہ تحفظ۔ مشہور محدث حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ﴾

اسی ضمن میں ہم نے درسی کتب پر علمائے اہل سنت کی خدمات کو اجاگر کیا ہے، چونکہ ہماری فہرست اکثر شروحات وحواشی سے متعلق ہے، اسی ضمن میں ہم شروحات وحواشی کی اہمیت کے متعلق چند سطریں رقم کررہے ہیں۔

حواشی و شروحات لکھنے کا اصل مقصود:

کسی بھی کتاب پر حواشی لکھنے کا مقصود اصل عبارت (متن کو) حل کرنا ہوتا ہے، لیکن فی زمانہ دیکھا گیا ہے کہ کچھ مختلف مکاتب فکر کے لوگ جلد بازی اور نام ونمود کی فکر میں اندھا دھند حواشی لکھنے میں بعض اوقات اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا ثبوت آپ دے دیتے ہیں۔ جن سے حواشی لکھنے کا اصل مقصود فوت ہوجاتا ہے۔ مثلاً حواشی میں ضعیف کتابوں کے ضعیف اقوال کو ماخذ بنانا، حواشی میں جگہ جگہ غلطیاں کرنا۔ اسی طرح شروحات کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔ اس وقت دیوبندی مکتبوں میں اردو شروحات کی بھرمار ہے۔ جن میں ایک کتاب کی دس دس شروحات وہ بھی اغلاط سے بھرپور ہوتی ہیں۔

ان تلبیسات کے پیچھے جو اہم وجہ مضمر ہے۔ وہ یہ کہ ان کے اکثر محشی وشارحین حضرات علوم عربیہ

یعنی اس کے قواعدِ صرف ونحو سے نابلد ہوتے ہیں، یہاں تک کہ عربی صحیح طریقے پڑھنے بھی نہیں آتی کہ ان کو کتب خانہ میں لاکر کتب حواشی وشروح لکھنے کے کام پر اجارۂ بیٹھادیا جاتا ہے اور وہ حضرات عربی شروحات سے جگہ جگہ ماخذ نکال کر حاشیہ تیار کر لیتے ہیں۔ جس کی مثال اکثر ہمارے یہاں یوں دیکھی گئی ہے۔

مثلاً کسی کو کنزالدقائق کے حاشیہ کے کام پر مقرر کردیا گیا۔ تو اب وہ اس کے تعلیقات کے لیے اس کی شروحات کو ماخذ بنائے گا۔ جن میں'' البحر الرائق، نہر الفائق، منحۃ الخالق، کشف الحقائق، تبین الحقائق رمز الحقائق'' کافی نمایاں ہیں، اور ان میں اکثر شروحات ضعیف بھی ہیں، لہٰذا ان کے اکثر حواشی اور شروحات کے جائزہ کے بعد جگہ جگہ ضعیف اقوال اور بے سود تعلیقات طلباء کو حواشی سے اصل'' متن'' کے حل کرنے میں مشکلات پیدا کردیتے ہیں۔ یہ باتیں ہم نے اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ خود انہی کی کُتب میں ان اغلاط کو پایا۔

اس کے علاوہ نحوی کتب میں بھی ان کی ترکیبات کی غلطیاں کافی مشہور ہیں۔ جس کا ذکر صدرالعلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی نے اپنی کتاب ''البشیر الکامل'' میں اور علامہ مختار رضوی صاحب نے'' مقدمہ الغاز النحویہ'' میں کیا ہے۔...... دوسری طرف علمائے اہل سنت نے اس کمی کو پورا کرنے کی قابل ستائش سعی فرمائی ہے، اور مزید بھی اس سلسلے میں کام جاری ہے۔ چنانچہ ان خدمات پر بطور نکات روشنی ڈالتا جاؤں گا۔ جن میں بالترتیب، چند اہم موضوعات:

﴿تفسیر﴾ ﴿حدیث﴾ ﴿فقہ﴾ ﴿اصول فقہ﴾ ﴿نحو﴾ ﴿صرف﴾ ﴿منطق و مناظرہ و بلاغت﴾ پر علمائے اہل سنت کی خدمات ایک مختصر جائزہ پیش کروں گا۔

نوٹ:۔ یہ چند ابواب کا تعارف پیش کیا جارہا ہے، ورنہ درسِ نظامی میں کافی عناوین ہیں، جن میں اکثر کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ترک کردیا ہے کہ یہ ایک اجمالی تعارف ہے۔

(نوٹ: اس فہرست میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب دونوں جمع کردی گئی ہیں۔)

تفاسیر میں علمائے اہلسنت کی خدمات:

دینی علوم میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک کے مفاہیم ومعنی صرف ترجمۂ قرآن سے ہی حاصل نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات اس کے لیے تفسیر کی بھی حاجت پیش آجاتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر درسِ نظامی میں تفسیر کو ملحق کردیا گیا۔ لہٰذا ذیل میں علمائے اہل سنت کی تفسیری خدمات کو سپردِ قلم کررہا ہوں جو کہ طلبا وعلما کے لیے یکساں مفید ہے۔

﴿عربی حواشی﴾

جمالین حاشیہ جلالین از: مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل مردان علیہ الرحمہ

زلالین حاشیہ جلالین از: مولانا ریاست علی خان

کمالین حاشیہ جلالین از: مولانا سلام اللہ محدث رام پوری

حاشیہ جلالین از: علامہ وصی احمد سورتی

حاشیہ جلالین از: مفتی محمد فاروق عطاری علیہ الرحمہ

حاشیہ بیضاوی از: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

حاشیہ بیضاوی از: مولانا عبد الحکیم لکھنوی

حاشیہ تفسیر بیضاوی از: مولانا فیض الحسن سہارنپوری

حاشیہ بیضاوی از: مولانا قاضی عبد السبحان ہزاروی

﴿اردو شرح﴾

ہلالین شرح جلالین از: مفتی فیض احمد اویسی مد ظلہ العالی

انوار البیضاوی از: مترجم حافظ محمد خان نوری

شرح تفسیر بیضاوی ربع اوّل پارہ از: حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی

حدیث میں علمائے اہلسنت کی خدمات:-

تفسیر کے بعد احادیث کی اہمیت موثر ہے، جس پر کام کی کافی ضرورت محسوس کی جارہی تھی الحمد اللہ عزوجل علمائے اہل سنت نے اس کمی کو بھی بھرپور پورا کیا، اور کافی احادیث کتب کو تعلیقات وحواشی اور تراجم سے مرصع ومزین کیا جوکہ طلبا وعلما کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔

﴿عربی حواشی﴾

﴿کتبِ حدیث پر تعلیقاتِ رضا﴾

حاشیہ بخاری

حاشیہ عمدۃ القاری

حاشیہ مسند امام اعظم

حاشیہ اشعۃ اللمعات

حاشیہ ابن ماجہ

حاشیہ ارشاد الساری

حاشیہ ترمذی

حاشیہ سنن نسائی

حاشیہ طحاوی

حاشیہ فتح الباری

حاشیہ مرقاۃ

حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل

﴿دیگر علما کے حواشی﴾

نعیم الباری حاشیہ بخاری شریف: مفتی احمد یار خان نعیمی

تعلیقات علی البخاری: مولانا مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی۔

حواشی بخاری: مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی

حاشی مسلم: مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی

حاشیہ ترمذی: مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی

حاشیہ ترمذی: علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

تعلیقات علی المشکوۃ: علامہ فیض احمد اویسی صاحب

حاشیہ مشکوۃ شریف: مولانا وصی احمد سورتی

حاشیہ مشکوۃ شریف: مولانا قاضی عبد السبحان ہزاروی

حاشیہ مشکوۃ المصابیح: مولانا فیض الحسن سہارنپوری

حاشیہ شرح المعانی الآثار: صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی (جلد اوّل کا نصف اوّل)

التعلیقات علی شرح معانی الآثار: مولانا وصی احمد سورتی

التعلیق المجد علی موطا امام محمد: ابوالحسنات مولانا عبد الحی لکھنوی

﴿شروحات وتراجم﴾

نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی

فیوض الباری شرح صحیح البخاری: علامہ محمود احمد رضوی

تفہیم البخاری: علامہ غلام رسول رضوی

منہاج البخاری جلد اوّل: مولانا معراج

البشیر القاری: صدر العلما غلام جیلانی میرٹھی

منح الباری شرح بخاری: مولانا حافظ دراز پشاوری

فیض الجاری شرح صحیح البخاری: علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب

شرح بخاری (فارسی): مولانا محمد سلام اللہ رامپوری

شرح صحیح بخاری: مولانا سیّد حامد جلالی

شرح صحیح بخاری: علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب (زیر تکمیل)

شرح صحیح المسلم: علامہ غلام رسول سعیدی

شرح صحیح مسلم شریف: مولانا معراج الاسلام

شرح صحیح مسلم: علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب

شرح ترمذی: علامہ محمد فیض احمد اویسی

شرح ترمذی: علامہ قاضی ایوب بھیڑہ شریف

توضیحات عتیقی شرح ترمذی: حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی

شرح ترمذی: مولانا احمد حسن کانپوری

بخاری شریف ترجمہ: علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری

ترمذی شریف ترجمہ: علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری

مشکوۃ شریف: ترجمہ علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری

طحاوی شریف ترجمہ: علامہ صدیق ہزاروی

فقہ اور اصول فقہ میں علمائے اہلسنت کی خدمات:۔

فقہ اور درس نظامی کا تعلق ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ فقہ میں عموماً پڑھائی جانے والی کتب میں "نور الایضاح، قدوری، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ہدایہ وغیرہ نمایاں ہیں۔ اسی طرح فقہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اصول فقہ میں مہارت ہونا ضروری ہے، اصول فقہ میں، اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی، مسلم الثبوت، وغیرہ درسی کتب کے حوالے سے نمایاں ہیں۔

﴿عربی حواشی کتب فقہ واصول فقہ﴾

بذریعۃ النجاح حاشیہ نور الایضاح: علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی

المظہر النوری حاشیہ المختصر القدوری: علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی

حاشیہ کنز الدقائق: علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی

حاشیہ ہدایہ: علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی

[نوٹ: یہ حواشی مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی سے طبع ہو چکے ہیں۔]

قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار: مولانا عبد الحلیم محلی

التعلیق النامی علی الحسامی: مولانا عبدالحق حقانی

حاشیہ مختصر القدوری: مولانا محمد برکت اللہ فرنگی

التعلیق الضروری حاشیہ مختصر القدوری: علامہ ظفر الدین بہاری

حاشیہ ہدایہ اخرین: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

حاشیہ ہدایہ اولین: مولانا عبدالحی فرنگی محلی

حاشیہ ہدایہ (السقایہ): مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی

حاشیہ ہدایہ: مولانا محمد حسن سنبھلی

حاشیہ ہدایہ: مولانا قاضی عبدالسبحان ہزاروی

حاشیہ ہدایہ: مولانا عبداللہ بلگرامی

حاشیہ ہدایہ: ابو مسعود سید محمود شاہ

حواشی حسامی: مولانا اوّل خان

التعلیق العامی علی الحسامی: مولانا عبدالحق الحقانی

حواشی نور الانوار: مولانا اوّل خان

حاشیہ نور الانوار: مولانا قاصی عبدالسبحان ہزاروی

عمدۃ الرعایہ فی حل شرح وقایہ: مولانا عبدالحی فرنگی محلی

حاشیہ شرح وقایہ: مولانا عبدالحلیم انصاری (نامکمل)

حاشیہ شرح وقایہ: مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی

التعلیق المعوت علی مسلم الثبوت: مولانا برکت اللہ فرنگی محلی

حاشیہ نور الایضاح: مفتی محمد وسیم قادری (زیر تکمیل)

﴿شروحات وتراجم﴾

الایضاح شرح نور الایضاح: حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا عطاری

المنبع النوری شرح المختصر القدوری: حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا عطاری

نوادر الحواشی شرح اصول الشاشی: حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا عطاری

التسہیل الکافی شرح اصول الشاشی: قاضی محمد ایوب

شرح اصول الشاشی: مولانا محمد حسن سنبھلی

شرح ہدایہ: علامہ نور بخش توکلی ایم اے

شرح ہدایہ اخیرین: مولانا عبدالحکیم لکھنوی

ترجمہ قدوری: مولانا حبیب الرحمٰن بدایونی

ترجمہ منیۃ المصلی: مولانا حبیب الرحمٰن بدایونی

قدوری (سوالاً وجواباً): علامہ عبدالواحد مسافر صاحب (زیر تکمیل)

صرف و نحو میں علمائے اہل سنت کی خدمات:

ابتدائی کتب:

(اختصار کے پیش نظر چند کتب کا نام درج کیا جارہا ہے۔)

تسہیل النحو۔ ضیاء النحو۔ بدایۃ النحو۔ النحو الکبیر۔ تسہیل الصرف۔ ضیاء الصرف۔ ہدایۃ الصرف۔ محمود الصرف۔ بدایۃ النحو۔ تعریفات نحویہ۔ علم الصرف، نعیم التحریر۔

حواشی:

حاشیہ ہدایۃ النحو: مفتی اقدار احمد علوی

الوافیہ حاشیہ کافیہ: علامہ مفتی اکمل عطاری

الوافیہ حاشیہ کافیہ: مفتی فیض احمد اویسی صاحب

تسہیل الکافیہ: مولانا عبدالحق خیر آبادی

التوضیح الکامل حاشیہ شرح مائۃ العامل: مفتی فیض احمد اویسی صاحب

التوضیح الکامل حاشیہ شرح مائۃ عامل: مفتی اکمل عطا عطاری

حواشی کافیہ ابن حاجب: مولانا اوّل خان

حل المطالب علی الکافیہ لابن الحاجب: حافظ محمد برکت اللہ فرنگی محلی

احمدیہ حاشیہ ملا جامی: مولانا احمد الدین بگوی

حاشیہ شرح جامی: مولانا مقصود احمد بیلوی

حاشیہ شرح جامی: مولانا سید محمد عبداللہ شاہ

حاشیہ شرح جامی: مولانا غلام رسول شہید امرتسری

حواشی شرح جامی: مولانا اوّل خان

فیض الروامی حاشیہ ملا جامی: علامہ فیض احمد اویسی صاحب

شروحات وتراجم:

البشیر الکامل شرح مائۃ عامل: صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی

شرح ہدایۃ النحو : اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

خزائن النحو شرح ہدایۃ النحو: علامہ مفتی اکمل عطاری

شرح ہدایۃ النحو : قاضی عبد السبحان ہزاروی

شرح ہدایۃ النحو : مفتی سیف الرحمن ہزاروی

جامع الغموض ترجمہ شرح کافیہ: مفتی محمد حنیف رضا خان

وافیہ شرح کافیہ: مولانا ظفر الدین بہاری

وافیہ شرح کافیہ: مولانا حافظ فضل الدین نقشبندی

النافعہ شرح کافیہ: علامہ اکمل عطا عطاری

الصافیہ شرح کافیہ: پیر عبد اللہ جان

البشیر الناجیہ شرح کافیہ: صدر العلما غلام جیلانی میرٹھی

نعم الحامی شرح ملا جامی: علامہ فیض احمد اویسی صاحب

نوادر النعیمی: علامہ شبیر احمد نعیمی پورنوی

منطق وبلاغت میں علمائے اہلسنت کی خدمات:۔

ابتدائی کتب :

جواہر المنطق، تسہیل المنطق، بدایۃ المنطق، تعلیم المنطق، تلخیص المنطق، مرقاۃ المفتاح، منہاج المنطق۔

حواشی :

المرضاۃ حاشیہ مرقاۃ: علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب

المرساۃ حاشیہ مرقاۃ: مفتی محمد اقدار علوی

حاشیہ مطول: علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب

حاشیہ حمد اللہ شرح سلم: علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب

ایسا غوجی حاشیہ اردو: مولانا فیض احمد اویسی

التعلیقات علی القطبی: مفتی محمد افضل حسین مونگیری

التعلیقات علی شرح سلم: مولانا احمد حسن کانپوری

حاشیہ سلم العلوم: مولانا غلام رسول رضوی

معین اللبیب فی حل شرح تہذیب: مفتی محمد افضل حسین مونگیری

الکافی لحل ایسا غوجی: مولانا فضل حق رامپوری

حاشیہ مختصر المعانی: مولانا برکت اللہ فرنگی محلی

حاشیہ مختصر المعانی: قاضی عبد السبحان ہزاروی

حاشیہ مختصر المعانی: مولانا مقصود احمد بیلوی

حاشیہ مطول: مولانا عبد الحلیم الانصاری

حاشیہ مطول: قاضی عبد السبحان ہزاروی

حاشیہ مطول: علامہ مقصود احمد بیلوی

شرح:

تشریح المنیب لحل شرح تہذیب: مولانا شبیر احمد پورنوی

بحر العلوم شرح سلم العلوم: بحر العلوم مولانا عبد العلی

اسعاد العلوم شرح سلم العلوم: مولانا برکت علی محلی فرنگی

شموس البراعہ شرح دروس البلاغہ: علامہ فضل حق رامپوری

شرح دروس البلاغہ: مولانا زاہد قادری (زیر تکمیل)

معیار العلوم شرح ایساغوجی: مولانا سید محمد حسین ملتانی

شرح مرقاۃ: مولانا عبد الحق خیر آبادی

ضوء المصباح حاشیہ تلخیص المفتاح: علامہ عبد الرزاق بھترالوی

الابرات شرح مرقاۃ: علامہ محمد اکمل عطا عطاری

تسہیل المبانی شرح مختصر المعانی: مولانا محمد مہر الدین جماعتی

بشیر البلاغت شرح مختصر المعانی: مولانا علی احمد سندیلوی

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

﴿ذیل مقالہ کے لیے جن کتب سے استفادہ کیا گیا اُن کے نام درج ہیں﴾

﴿۱﴾ فتاویٰ رضویہ: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن

﴿۲﴾ شرح عقود رسم المفتی: علامہ امین بن عابدین شامی

﴿۳﴾ ماہنامہ تحفظ، امام غزالی علیہ الرحمہ: ایڈیٹر مولانا شہزاد ترابی

﴿۴﴾ مرآۃ التصانیف: علامہ عبد الستار سعیدی صاحب

﴿۵﴾ علم کے موتی: علامہ فیض احمد اویسی صاحب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہیں مُنکر عجب کھانے غُرّانے والے

ترتیب: خلیل احمد رانا

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصیت نامہ (وصایا شریف) میں بعد وفات فاتحہ کے بارے میں ایک وصیت پر بعض لوگ بہت باتیں کرتے ہیں اور طرح طرح کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ ان کا تو دین کھانا پینا ہے، انہیں تو بس حلوے مانڈے کھانے کی باتیں آتی ہیں، موت کے وقت بھی انہیں کھانوں کا ہی خیال ہے وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے کسی ایک جملے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ یہ چیزیں کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے، مجھے کہیں سے لاکر دو، یا یہ کھانے میری وفات کے بعد میری قبر کھول کر اس میں ڈال دینا، یا بعد وفات میری قبر پر رکھ دینا، یا یہ اچھے اچھے کھانے میری وفات کے بعد میرے گھر والوں کے لیے فراہم کرنا۔

جب وصیت نامہ میں ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو ان پڑھے لکھے جاہلوں پر حیرت ہوتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے، لیکن جو تعصب کی بیماری سے اندھا ہو جائے، اس کا علاج مشکل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ!

> ''فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر''۔ [۱]

امام احمد رضا نے اپنے اعزا سے فقرا کے لیے جن نعمتوں کی تاکید کی، اُن میں دودھ کا برف خانہ ساز (آئس کریم)، مرغ بریانی، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُرد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اور فرمایا کہ یہ خوش دلی سے کرنا، مجبور ہو کر نہیں۔ [۲]

غربا، فقرا کے لیے اچھے کھانوں کا خیال رکھنا کون سا جرم ہے؟ یہ تو غریبوں سے ہمدردی ہے، امام احمد رضا کی یہ بات تو قابل تقلید ہے۔

ہاں جہاں صرف اپنے ہی پیٹ کا خیال ہو، مٹھائی، حلوہ، گوشت، میٹھے چاول، فیرینی، گلاب جامن، انناس کا شربت، پھل فروٹ پر جان دی جائے، اور کھانے پینے کی خواہش اس حد تک بڑھی ہو کہ مرتے وقت بھی اپنی خواہش نفس کے لیے ان چیزوں کی فرمائش کی جائے، تہذیب واخلاق کی بھی دھجیاں بکھیر دی

جائیں اور کھانے کے شوق میں دھما چوکڑی مچادی جائے، تو ایسا عمل واقعی مضحکہ خیز اور قابل مذمت اور قابل افسوس ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق کریمانہ

''جناب سید ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی، میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے، کل صبح کو بلایا ہے، حضور نے ان سے دریافت فرمایا، مجھے دعوت میں کیا کھلایئے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کُرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگے دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں، حضور نے ان کے سر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا! اچھا، میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن آئیں گے، اور حاجی صاحب سے فرمایا! مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے، غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے، یہ ہے حدیث شریف لودعیت الی کراع لاجبتہٗ کی تعمیل، دوسرے دن وقت متعین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلیے، انہوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا! ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے، آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہوگیا ہے یا نہیں؟ عرض کیا ہاں حضور! ملوک پور میں ہے، اور ساتھ ہو لیے، جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے، حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے، ارے لو مولوی صاحب آگئے، اور مکان کے اندر چلے گئے، دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہوکر حضور انتظار فرمانے لگے، کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکاب میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لاکر رکھ دی، اور کہنے لگے! لو کھالو، حضور نے فرمایا! بہت اچھا، کھاتا ہوں، ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آیئے، ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا حضور یہ مکان نقارچی کا ہے، حضور یہ سن کر کبیدہ ہوئے، اور طنزاً فرمایا! ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا، اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے، حضور نے فرمایا! آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے میں سے

ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا، حضور! میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کر لی تھی، اب صرف یہ لڑکا ہے، جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے، حضور نے الحمدللہ کہا اور دعائے خیر و برکت فرمائی، حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھو کر شریک طعام ہوگئے، مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی، اور اس پر ماش کی دال، کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا، حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے، وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا! اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں''۔ [۳]

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو کھانوں کا شوق نہیں تھا، یہ شوق رکھنے والے کچھ اور لوگ ہیں، آیئے ہم ان کا تعارف کراتے ہیں!

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں!

''ایک شخص نے میری اور اُن (مولوی محمد عمر) کی دعوت کی، مولوی صاحب کو جگر کا عارضہ تھا، اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں، جب کھانے بیٹھے، میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں، میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں، اَب کیا کھاویں اور جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی، کہیں سے روٹی لاؤ، کہا کہ روٹی تو نہیں پکائی، میں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ، بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی، کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں، میں نے کہا کہ گھر میں نہیں تو محلہ سے مانگ کر لاؤ، گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا، خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی، میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے، کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی، میں نے کہا کہ ہماری جو شکم شکنی ہوگی''۔ [۴]

مولوی محمد زکریا کاندھلوی سابق امیر تبلیغی جماعت اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں!

''حضرت (حسین احمد) مدنی قدس سرہٗ کے صرف کھانے ہی کے مد کی شفقتیں اور

واقعات اگر گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ بار بار اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں سبق میں تھا، حضرت نے دروازے پر کسی بچہ کو آواز دے کر فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہہ دو اور کہہ دو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج دو، گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ اباجی کو مدرسہ سے جلدی سے بلا لاؤ، تو حضرت للکار کے فرماتے کہ مجھے اباجی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے، اگر ہو تو بھیج دو ورنہ میں جارہا ہوں، کئی دفعہ اس نوبت آئی کہ میرے آنے تک حضرت کھانا شروع فرمادیتے یا تناول فرمالیتے''۔ [۵]

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

''ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے، فرمایا کیا ہوگا، دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی، دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے، نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے''۔ [٦]

''(مولوی اشرف علی تھانوی) نے فرمایا مجھ کو میٹھے چاول دہی کے ساتھ بہت اچھے لگتے ہیں، چونکہ دہی میں قدرے ترشی ہوتی ہے اس لیے شیرینی سے مل کر لذت بڑھ جاتی ہے''۔ [۷]

مولوی سید طاہر حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ!

''۱۹۲۹ء میں امروہہ میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہوا وہ آموں کا موسم تھا، ہمارے یہاں حضرت (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کو دعوت دی گئی، حضرت کے ساتھ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے، گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی، حضرت نے ازراہ خوش طبعی و بے تکلفی براہ راست ہانڈی ہی سے شوربا پینا شروع کردیا، یہ دلچسپ منظر دیکھ کر جملہ ہمراہی بشمول حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہوگئے''۔ [۸]

انگریزوں نے جب مولوی محمود الحسن دیوبندی کو قید کرکے جزیرہ مالٹا بھیجا، تو وہاں انہوں نے اپنی سہولیات کے لیے انگریزوں کو جو درخواست دی، اس میں یہ بھی لکھا کہ

''مجھ کو اور میرے رفقا کو کھانے کی سخت تکلیف ہے ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں جس پر طبی حیثیت سے بھی مدار زندگانی شمار کیا جاتا ہے''۔ [۹]

مولوی احمد حسین لاہر پوری لکھتے ہیں کہ!

آموں کی فصل میں میں نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی کو لاہر پور آنے کی دعوت دی...... اسی سفر میں شب کے کھانے میں فیرنی کا صرف ایک چمچہ چکھ کر طشتری ہٹا دی کہ آم تو کھانے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے، حضرت کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب تھے، ان کے بعد میں اور میرے بعد محمد امین مرحوم کے استاد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم، مولانا محمد قاسم صاحب نے فیرنی کی طشتری اپنے سامنے رکھ لی، اتنے میں کچھ حضرت نے فرمایا وہ ادھر متوجہ ہوئے، مولوی عابد حسین مرحوم نے لپک کر طشتری اٹھا لی، مولانا محمد قاسم صاحب ان سے چھیننے کے لیے جھپٹے، حضرت نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا ''جی ہاں تبرک تو فیرنی ہی میں ہے چٹنی رکھی ہوئی ہے اس کو کوئی تبرکا نہیں کھاتا''۔[۱۰]

حاجی بدرالدین (ساکن، انچولی ضلع میرٹھ) بیان کرتے ہیں!

''حضرت (یعنی مولوی حسین احمد ٹانڈوی) فرماتے کہ حاجی صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے، تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں، تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے، پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی، کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دو گے، تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے''۔[۱۱]

مولوی حسین احمد ٹانڈوی

''مٹھائی کے سلسلہ میں حاجی بدرالدین سے کافی مزاح فرماتے تھے اور مختلف دلائل سے وجوب فرماتے، حاجی صاحب کو حضرت کی زبان سے اصرار سننے کا شوق بھی تھا اور مٹھائی کھلانے کا بھی وہ عذر کرتے رہتے اور عدم وجوب کے دلائل دیتے، آخر میں حضرت فرماتے، دیکھئے یہ حضرات پھر زبردستی وصول کریں گے، ادھر مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ، مولانا محمد عثمان صاحب چیئرمین دیوبند واستاذ دارالعلوم، مولوی محمود احمد گل ناظم شعبہ تنظیم دارالعلوم اور دوسرے حضرات اس پر تیار بیٹھے رہتے کہ حضرت ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں، ادھر حضرت کی زبان سے مذکورہ جملہ نکلتا ادھر یہ حضرات حاجی بدرالدین سے بہزار وقت روپیہ برآمد کروالیتے''۔

''حضرت حکیم اسحاق صاحب کٹھوری، حضرت کے معاصر بھی تھے...... ہر مرتبہ جب ان

سے ملاقات ہوتی تو حضرت مٹھائی کا اصرار فرماتے، موصوف انکار فرماتے، آخر حضرت خود ان سے چھین لیتے اور جو کچھ جیب میں سے نکلتا کرایہ کی رقم واپس ہوکر سب کی مٹھائی آجاتی تھی"۔ [۱۲]

مولوی سید طاہر حسن لکھتے ہیں!

"(راقم الحروف کے) والد صاحب چونکہ حاجی امداد اللہ صاحب و حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کی صحبت وخدمت میں عرصہ دراز تک رہے تھے اس لیے حضرت (ٹانڈوی) کو ان سے گہرا تعلق تھا، بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ دیوبند آپ کی خدمت میں حاضر تھے، حضرت نے فرمایا کہ مٹھائی کھلایئے، والد صاحب نے فرمایا مٹھائی تو آپ کھلایئے میں تو آپ کا مہمان ہوں، مگر حضرت نے نہ مانا کچھ دیر تو اصرار کیا لیکن جب اس طرح کام نہ چلا تو حضرت نے والد صاحب کو پچھاڑ کر ان کی جیب سے روپیہ نکال کر مٹھائی منگالی"۔ [۱۳]

محمد یوسف قریشی لکھتے ہیں کہ!

"گلاب جامن کے نام نے عام مجلسوں میں بارہا (مجھے) میر مجلس ہونے کی عزت بخشی ہے، اس نام کو سن کر جہاں ترش رو ہوا، منہ بگاڑا، بنایا، حضرت والا (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کی ظرافت کو جوش آگیا، گلاب جامن طشت میں لاکر مجلس میں دسترخوان پر رکھی گئی، میں اچھلنا کودنا شروع کردیا، حکم ہوا یوسف کہاں گئے یہاں حاضر ہوں، خدام کے ہاتھوں پکڑ پکڑا کر حضرت قدس کے پہلو میں بٹھایا گیا، پھر حضرت نے تبسم فرمایا، چند جملے اپنے خاص انداز میں کہے، مجلس زعفران زار بن گئی، اپنے دست مبارک سے ایک گلاب جامن اٹھائی اور اپنے خاص انداز میں فرمایا لیجئے یہ حاضر ہے، پھر میری مسرت کا کیا ٹھکانہ، منہ پھیلا دیا اور حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک خاص انداز میں اسے میرے منہ میں ڈال دیا، میں نے منہ میں لیتے ہی ایسا منہ بگاڑا کہ اہل مجلس لوٹ پوٹ ہوگئے، حضرت نے بھی مسکرا دیا اور پھر ہر طرف سے دست درازی شروع ہوگئی، میں باہر جاکر پلٹا کہ اتنے میں ساری پلیٹیں صاف ہوگئیں"۔ [۱۴]

مولوی سید فرید الوحیدی رکن شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ!

"(مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کھانے کے ساتھ بیشتر بڑی رغبت سے شہد استعمال فرمایا کرتے تھے، اچار اور چٹنیوں سے بھی شوق فرماتے تھے، کبھی کسی کھانے کی یا کسی خاص

چیز کی فرمائش کرتے۔

''پھلوں میں آم اور خربوزے بے حد مرغوب تھے، بالخصوص آم تو بہت ہی رغبت کھاتے تھے''۔

''آم کی اگر زیادہ قسمیں سامنے ہوتیں تو ہر ایک دانہ میں سے ایک ایک یا دو دو قاشیں ملاحظہ فرماتے تھے، اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کھانے سے زیادہ ہر آم کا حسب و نسب و تاریخ پیدائش و وفات اور ابتدائی جائے پیدائش معلوم کر کے محظوظ ہوتے تھے''۔

''کھانے کے بعد اگر کوئی میٹھی چیز میسر آجاتی تو رغبت سے نوش فرماتے ہوئے دیکھا ہے''۔

''مرض وفات میں جب ڈاکٹری معائنہ کے لیے سہارنپور لائے تو موصوف (حاجی احمد حسین لاہرپوری) کی درخواست پر (ان کے گاؤں) بہٹ ایک شب کے لیے رونق افروز ہوئے اور شاید آخری مرتبہ شاہ صاحب کے باغ کے ''رٹول'' آم ملاحظہ فرمائے''۔ [۱۵]

مولوی رشید الوحیدی لکھتے ہیں!

جس روز حضرت شیخ (حسین احمد ٹانڈوی) کی وفات ہوئی اس کی رات کو (اپنی باری پر) تقریباً ڈھائی بجے خدمت میں حاضر ہوا .... فرمایا پانی لاؤ! جلدی سے پانی پیش کیا، ایک گھونٹ لے کر فرمایا: اچھا رکھ دے، اور سردا کاٹ لے، جب میں کاٹنے لگا تو فرمایا تھوڑا ہی کاٹنا، اتنی دیر میں میں نے طشتری میں چند قتلے پیش کیے، فرمایا تم بھی ساتھ کھاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کھالیں، آخر کار دو قتلے چھوڑ دیے اور فرمایا کہ لے کھالے، میں نے عرض کیا کہ رکھ دوں پھر کسی وقت کھا لیجیے گا، بہت سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں کھالے! خبردار رکھنا مت، میں نے اسے کھالیا، پھر فرمایا دیکھ ڈبے میں اناس ہو تو شربت لے آ! میں سمجھ نہ سکا اور بجائے شربت کے قتلے پیش کر دیئے، فرمایا یہ نہیں بلکہ شربت!''۔ (ملخصاً) [۱۶]

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

''مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ، مولوی محمود الحسن فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی''۔ [۱۷]

مولوی رشید احمد وحیدی، فیض آبادی لکھتے ہیں!

''کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخری وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی، حضرت (نانوتوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا، اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہیئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا، انہوں نے عرض کیا ضرور مل جائے گا، چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب اور مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا''۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لیے لکھنؤ سے ککڑی منگوائی گئی تھی تو حضرت کے لیے مولانا سجاد حسین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا''۔ [۱۸]

وصایا مولوی اشرف علی تھانوی

''میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار اُن (یعنی بیوی) کے لیے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ اُن کو تکلیف نہ ہوگی''۔ [۱۹]

آخری وقت میں کہاں فقرا کے لیے غم گساری کا خیال اور کہاں بیوی کی فکر اور پھل فروٹ کھانے کی خواہش؟ کیا کھانے پینے کے لیے ایسی اکھاڑ پچھاڑ، دھینگا مستی اور چھینا جھپٹی کہیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی ثابت ہے؟

حوالہ جات

[۱]۔ مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴

[۲]۔ ایضاً، ص ۲۴

[۳]۔ علامہ محمد ظفرالدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی (انڈیا) ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۵ تا ۱۶۷

[۴]۔ الافاضات الیومیہ من افادات القومیہ، (ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی) جلد دوم، مطبوعہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۸۴ء، ص ۲۳، ۲۴

[۵]۔ ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خصوصی اشاعت ۱۴۰۳ھ، (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا) مضمون ''حضرت شیخ کی آپ بیتی'' مضمون نگار مولوی منظور نعمانی، ص ۱۵۵

[۶]۔ مولوی اشرف علی تھانوی، قصص الاکابر لقصص الاصاغر، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، س ن، ص ۱۴۲

[۷]۔ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی، حصہ دہم، ملفوظ نمبر ۷۷ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی، ہندوستان)، س ن، ص ۱۴۳

[۸]۔ ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند، س ن، ص ۱۲۹

[۹]۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی، سفر نامہ شیخ الہند، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ کریم پارک لاہور، ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء، ص ۱۶۴

[۱۰]۔ روز نامہ ''الجمعیۃ'' دھلی، شیخ الاسلام نمبر، خصوصی شمارہ، ۱۵ر فروری ۱۹۵۸ء، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ باغبانپورہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۷۷

[۱۱]۔ روز نامہ الجمعیۃ دھلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۱۸۵

[۱۲]۔ روز نامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۲

[۱۳]۔ روز نامہ ''الجمعیۃ'' دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرانوالہ، ص ۲۹۳

[۱۴]۔ روز نامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۳۷۶

[۱۵]۔ روز نامہ الجمعیۃ، دھلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۱

[۱۶]۔ ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ دینیہ، دیوبند (یو۔ پی)، س ن، ص ۱۸۰

[۱۷]۔ مولوی اشرف علی تھانوی، ارواح ثلاثہ، مطبوعہ اسلامی اکادمی ناشر کتب اُردو بازار لاہور، ص ۲۴۶

[۱۸]۔ روز نامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرنوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۱۹

[۱۹]۔ عزیز الحسن، اشرف السوانح، حصہ سوم، مطبوعہ ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز، ۲۶ ریلوے روڈ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۵

7777777777777777

اہلِ ایمان کے خلاف ایک خطرناک سازش کا انکشاف

از: سید محمد سعید الحسن شاہ

اُمت مسلمہ کے ایک ادنیٰ سے فرد ہونے کی حیثیت سے میرا یہ دینی فریضہ ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کی غیرتِ ایمانی کے نام پر اپیل کروں کہ وہ اپنے ایمان و ایقان کی دولت کو شیطان صفت لٹیروں سے محفوظ رکھیں اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (یعنی (اے مسلمانو!) تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔) پر عمل کرتے ہوئے حرام خوری سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

برادرانِ اسلام! شیطان کو بدر و حنین میں لگے ہوئے گھاؤ نہیں بھولے، اسے معلوم ہے کہ اسلام کے جیالے سپوت اس کی بچھائی ہوئی بساط کو کئی بار تہہ و بالا کر چکے ہیں۔ وہ نعلین مصطفیٰ ﷺ کے شیدائیوں سے لرزہ براندام ہے۔ اس کی تمنا ہے کہ وہ ان ''پر اسرار بندوں'' کے روحانی ارتقا میں رکاوٹ ڈال دے تا کہ ان کی ضربِ ایمانی اس کے کلیجے کو پاش پاش نہ کر سکے، اور آج ابلیس لعین اپنے اس گھناؤنے پروگرام میں کافی حد تک کامیاب بھی ہے۔ وہ مسلمان کہ جن کا نام سن کر بڑے بڑے جابر اور ظالم شہنشاہوں کے پتے پانی ہوجایا کرتے تھے' آج خود دبکے بیٹھے ہیں۔ وہ مسلمان کہ جن کا نام بے کسوں و مظلوموں کے لیے فرحت و انبساط کا پیغام ہوا کرتا تھا، آج خود ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اور شیطانی قوتیں اپنی کامیابی پر ناچ رہی ہیں۔

کبھی تو یہ حال تھا کہ: زمانہ خلافت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے ایک بار آپ کی خدمت میں دودھ کی لسی پیش کی اور آپ نے خلافِ معمول بغیر تحقیق کے اسے نوش فرمالیا، مگر طبیعت میں بے چینی سی پا کر غلام سے دریافت فرمایا: ''لسی کیسی تھی؟ کہاں سے لائے ہو؟'' غلام نے عرض کیا کہ حضور میں زمانۂ جاہلیت میں کہانت کیا کرتا تھا۔ آپ کی غلامی میں آنے سے قبل میں نے کسی کو کوئی بات بتائی تھی۔ آج مجھے اس کا معاوضہ میں دودھ ملا تھا، یہ اس دودھ کی لسی ہے، یہ سنتے ہی آپ سخت بے چین ہوگئے، فوراً اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور قے کر دی مگر تسلی نہیں ہوئی، دوبارہ پھر کوشش کر کے جتنی بھی ہو سکی قے کی، حتی کہ اتنی بار قے کی کہ حالت غیر ہوگئی۔ لوگوں کو خدشہ پیدا ہوگیا کہ خدانخواستہ اب تو ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسول بس کیجیے اب قے کی کوشش نہ کیجیے اب تو آپ کے پیٹ میں کچھ بھی نہ رہا، جو قے سے نکل سکے، تو فرمانے لگے: ''مجھے ڈر ہے کہ اس لسی کا کوئی قطرہ میرے پیٹ میں نہ رہ گیا ہو۔'' پھر رو پڑے اور کہنے لگے: ''اے اللہ تعالیٰ جو

میری طاقت میں تھا، وہ میں نے کر دیا ہے، لیکن اگر اب بھی کوئی قطرہ پیٹ میں ہو تو مولیٰ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے۔''

اللہ اکبر! اندازہ فرمائیے کہ کہانت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں کی تھی اور یہ کمائی بھی آپ نے نہیں کی تھی، بلکہ یہ سب فعل غلام کا تھا، مگر احتیاط وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ شبہ والی چیز بھی شکمِ اقدس میں نہ رہنے دی۔ یہ ایک مثال محض آپ کی ایمانی قوت کو بیدار کرنے کے لیے دی ہے ورنہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار (کہ جن کے تقویٰ کی گواہی خود قرآن کریم دے رہا ہے) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر اہل ایمان کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سب کے پیش نظر حضور سید الکونین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات عالیہ تھے:

''جو شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے جس میں ایک درہم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز مقبول نہیں فرماتا' جب تک کہ وہ کپڑا اس کے جسم پر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی حرام خور کی نماز بھی مقبول نہیں' بلکہ ایک بار حضور علیہ السلام نے وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا:

''ایک شخص لمبے سفر سے آیا ہو' پریشان بال' گرد آلود چہرہ لیے (بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگے) اور کہے: اے میرے رب' اے میرے رب حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام ہے' پینا بھی حرام ہے' لباس بھی حرام ہے' بھلا اس شخص کی دعا کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سوچیے! کہیں ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا سبب معاذ اللہ حرام خوری تو نہیں، کہیں ہم اپنی قبر کو جہنم تو نہیں بنا رہے؟ یہ اس لیے کہ میرے آقا و مولیٰ (فداہ امی و ابی روحی و جسدی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

''جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو کہ حرام سے پیدا ہوا ہو' اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا ہو، دوزخ اس کے زیادہ لائق ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

اب وہ لوگ جو چور بازاری کرتے ہیں، لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، سود کا کاروبار کرتے ہیں، رشوت دیتے اور لیتے ہیں، کم تولتے ہیں، کم ماپتے ہیں، اشیا میں ملاوٹ کرتے ہیں، بجلی یا پانی چوری کر کے قوم و ملک سے غداری کرتے ہیں۔ خود سوچیں کہ وہ اپنی قبروں کو جنت کا باغ بنا رہے ہیں یا جہنم کا گڑھا۔ یہ بیوی بچے، یہ دوست احباب کہ جن کی خاطر آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں، قبر و حشر میں آپ کا بالکل ساتھ نہیں دیں گے۔

مکار ابلیس کا ایک خطرناک داؤ

کچھ تو وہ لوگ جو مذکورہ بالا طریقوں سے حرام کھاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جو بیچارے اپنے گمان

میں کھاتے تو حلال ہیں، مگر نہیں جانتے کہ اس حلال میں حرام ملا دیا گیا ہے۔

شراب و خنزیر

اہل اسلام کے نزدیک شراب اور خنزیر نجس ترین چیزیں ہیں۔ ایک ایمان والے کو ان کے نام ہی سے گھن آتی ہے، مگر ابلیس لعین کی مکاری دیکھیے کہ وہ خمر و خنزیر کو اہل اسلام کے سامنے اس انداز سے پیش کر رہا ہے کہ مسلمان خوشی خوشی اس روحانی زہر کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس مضمون میں پہلے تو رسائل و اخبار کے حوالہ سے ان اشیا کی نشان دہی کروں گا کہ جن میں ام الخبائث شراب یا خنزیر کے اجزا شامل ہوتے ہیں اور بعد میں شراب اور خنزیر (سور) کے حرام ہونے پر شرعی اور طبی نقطۂ نظر سے کچھ بحث کروں گا تاکہ عوام الناس ان کی حقیقت و حیثیت سے اچھی طرح باخبر ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ ناچیز اپنے پروردگار سے اس کے حبیب لبیب ﷺ کے تصدق مدد کا خواستگار ہے۔ ھو اللہ المستعان وھو علی کل شئی قدیر۔

شراب کی آمیزش والے ماکولات و مشروبات

شراب اپنے معروف ناموں کے ساتھ عموماً عام اشیا میں ملا کر نہیں بیچی جاتی، مگر شراب کا جز و موثر "الکحل" (Alcohal) اکثر و بیشتر انگریزی ادویات یا سیرپ (شربت) وغیرہ میں حتیٰ کے بعض گولیوں میں بھی ملایا جاتا ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے "الکحل" ہی وہ چیز ہے جو شراب کے اندر اثر رکھتی ہے اور جس شراب میں "الکحل" کی جتنی زیادہ مقدار ہوگی، شراب بھی اتنی ہی تیز ہوگی اور "الکحل" کی مقدار جس تناسب سے کم ہوگی، شراب اپنے اثر کے اعتبار سے اسی قدر کمزور ہوگی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ادویات میں ڈالی جانے والی دوائی "الکحل" (Alcohal) وہی ہے جو شراب کا جوہر ہوتی ہے یا اس کے سوا کوئی اور دوائی (Medicine) "الکحل" کے نام سے معروف ہے۔ اگر شراب والی "الکحل" ہی ہے، تو عالم اسلام میں اس پر پابندی لگنی چاہیے اور مسلمان سائنس دان صاحبان (ڈاکٹر حضرات) کو چاہیے کہ وہ اپنی قوتِ ایمانی کو بروئے کار لاتے ہوئے ادویات کو محفوظ (preserve) کرنے کے لیے بطور جراثیم کش دوائی اس (الکحل) کا متبادل ایجاد کرلیں۔ اگر پہلے سے اس کا متبادل ایجاد ہو چکا ہو تو ادویات و مشروبات میں وہی استعمال کیا جائے، مثلاً سوڈیم بینز ویٹ یا اسی قسم کی دوسری ادویات۔ اور اگر یہ دوائی (الکحل) شراب والی "الکحل" نہیں، تو اس کی وضاحت اخبارات ا[illegible] سائل و جراید میں ایسی جلی سرخیوں کے ذریعے کی جائے کہ احتیاط پسند صارفین تذبذب سے بچ سکیں۔

خنزیر (سور) کے اجزا کی آمیزش والی اشیا

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۲ اپریل 1988ء ص 8 کالم نمبر 4,3 پر میں اقتباس کی شکل

میں ''اردو ڈائجسٹ'' کے حوالہ سے ایک خبر شائع ہوئی، جسے من وعن یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''متحدہ عرب امارات کی حکومت نے پروفیسر احمد صقر (بیروت) کا ایک مقالہ شائع کیا ہے، جس میں بڑی تحقیق کے بعد یورپ اور امریکہ کی ان چیزوں کی فہرست دی گئی ہے، جن میں خنزیر کے جسم کا کوئی نہ کوئی جزو ضرور شامل کیا جاتا ہے، ان اشیا میں صابن اور کریم کے علاوہ کھانے کی چیزیں مثلاً چاکلیٹ، بسکٹ، پنیر، ڈبل روٹی اور مشروبات شامل ہیں۔ مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں حسب ذیل الفاظ خاص طور پر نوٹ کریں اور جن چیزوں پر بھی یہ لکھے ہوں سمجھ لیں کہ ان میں خنزیر کی چربی اور گوشت شامل ہیں۔ یہ چیزیں ہرگز استعمال نہ کریں اور جسے استعمال کرتا پائیں اس کے علم میں لائیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں، جس دکاندار کے پاس دیکھیں اس کی ایمانی حس سے اپیل کریں اور بتائیں کہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں، ان کا فروخت کرنا بھی حرام ہے۔

۱۔ پگ، ہاگ، سوائن (Pig-Hog, Swine) خنزیر کو کہتے ہیں۔

۲۔ پورک (Pork)، سپورکل (Sporakle)، ہیم (Ham)، بیکن (Becon) اور نمکین پورکر (Porker) گوشت خنزیر ہی کے مختلف نام ہیں۔

۳۔ لارڈ (Lard) خنزیر کی چربی کو کہتے ہیں۔

۴۔ جیلیٹن یا جیلو (Gello)، (Geltin) اس میں زیادہ تر جزو خنزیر کی کھال، ہڈیوں اور کھروں کا ہوتا ہے۔

۵۔ پیپ سین (Pepsin) ایک دوا ہے، جس میں خنزیر کا خون شامل ہوتا ہے۔

۶۔ ایل شارٹنگ یا اینیمل شارٹنگ (L-Shortening) یا (Animal Shortening) ایک تیل ہے جس میں عام طور پر کھانا پکایا جاتا ہے۔ اس میں زیادہ تر خنزیر کی چربی یا ایسے جانوروں کی چربی ہوتی ہے، جن کا جھٹکا کر کے گوشت بنایا جاتا ہے۔

اشیائے خوردنی کی فہرست میں یہ اجزا شامل ہیں:

۱۔ پرنس چاکلیٹ (Prince Chocolat)

۲۔ کریفٹ چیز (Craft Cheese)

۳۔ رے مارک چیز (Remark Cheese)

ان دونوں کمپنیوں کے بنے ہوئے پنیر، خنزیر کے دودھ پیتے بچے کے معدے سے بنائے جاتے ہیں۔

۴۔ یورپ اور امریکہ میں بنے ہوئے زیادہ تر بسکٹ، پیسٹریاں اور روٹیاں خنزیر کی چربی سے تیار کی جاتی ہیں۔

۵۔ پیپسی کولا مشروب میں پیپسن ملائی جاتی ہے۔

حسب ذیل استعمال کی چیزوں میں لارڈ یعنی خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے۔

Lux, Camy Soap, Avery Soap, Soap Lata, Safe Guard, Zict, Bryl

Cream, Liscap بالوں کی کریم، یہ تمام چیزیں کولگیٹ (Colgate) اور پام لیف (Palmleaf)، اسی طرح کولگیٹ اور بروپن فوڈ (Burpen Food) کے بنے ہوئے ٹوتھ پیسٹ میں بھی خنزیر کی چربی ہوتی ہے۔ سائنسی تحقیق سے یہ پتہ چلا ہے کہ سوائے خنزیر کے دیگر ہر جانور کی چربی جسم انسانی میں پگھل جاتی ہے، چنانچہ خنزیر کی چربی نسوانی لپ اسٹک میں ملائی جاتی ہے۔

خشک دودھ اور خنزیر کی چربی

مورخہ 13 اپریل 1985ء کو روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے ص 2 کالم نمبر 6 پر ایک خبر شائع ہوئی، جس مین بتایا گیا کہ ''شیر خوار بچوں اور بڑوں کے لیے جاپان اور مغربی ممالک سے درآمد کیے جانے والے خشک دودھ میں سور کی چربی شامل ہوتی ہے۔ سنگاپور کی مسلم مشنری کے جریدہ ''وائس آف اسلام'' میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق یہ بات ملائیشیا کی صارفین کی ایسوسی ایشن نے بتائی تھی۔ ایسوسی ایشن نے ان الزامات کی تحقیق کی تھی کہ خشک دودھ میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے۔ اس امر کی شہادت ایم، ٹی گلینر کی لکھی ہوئی کتاب سے بھی ملتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دودھ کو خشک کرنے کے لیے سور کی چربی استعمال کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر 880 گرام خشک دودھ میں 120 گرام سور کی چربی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ملائیشیا کی ایسوسی ایشن نے سویڈن کے متعلقہ اداروں سے رابطہ قائم کیا، جنھوں نے تحقیقات کے بعد اس امر کی تصدیق کردی۔ سویڈن کی مسلم ایسوسی ایشن کے سکریٹری محمود الدہبی نے کہا ہے کہ اگر آپ کو بچوں کے لیے دودھ کی تلاش ہے، تو آپ کو ایسا دودھ نہیں ملے گا، جس میں سور کی چربی نہ ہو۔ جاپان میں بھی صارفین کی یونین نے اس کی تصدیق کی ہے۔''

اس خبر کی اشاعت پر لوگوں میں بے چینی پھیل گئی کیونکہ اکثر لوگ اپنے بچوں کو ڈبے کا دودھ (یعنی خشک دودھ) پلاتے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان میں دیگر بہت سی چیزوں مثلاً بعض مٹھائیوں، آئیس کریم، پیسٹری نان اور ڈبل روٹی وغیرہ میں یہ بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اس کی چائے بھی بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ لیبارٹریز کے ذریعہ مزید تجزیہ اور تحقیق کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی دودھ میں کسی (مردار) جانور کی چربی ہے یا پھر دودھ کی چکنائی ہے؟ امید ہے کہ ارباب بست وکشاد اس ضمن میں فوری نوٹس لیں گے اور حرام سے بچنے کے لیے احتیاط کا تقاضہ ہے کہ ہم ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کا دودھ استعمال ہی نہ کریں۔

یہاں میں ایک واقعہ یاسر محمد خان صاحب کے مضمون ''کہیں ہم حرام تو نہیں کھا رہے؟'' نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

''میں نے فرانس کے فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں دس سال نوکری کی۔ میرا کام خوراک، میک اپ کے سامان اور طاقت کی ادویہ کی رجسٹریشن تھا۔ جب بھی کوئی کمپنی اپنی کوئی پراڈکٹ مارکیٹ میں لانے لگتی تو پہلے وہ اس چیز کا نمونہ میرے پاس لاتی، اس نمونے کے ساتھ اپنی چیز میں شامل اجزا کی ایک فہرست ہوتی۔ مَیں وہ پراڈکٹ لیبارٹری بھجوا کر رپورٹ منگواتا۔ کمپنی کے فراہم کردہ اجزا اور رپورٹ میں ظاہر ہونے والے عناصر کا تقابل کرتا، اگر دونوں میں کوئی فرق نظر نہ آتا تو میں اس کمپنی کو رجسٹریشن لیٹر جاری کردیتا۔ میرے مشاہدے میں آیا بعض کمپنیاں جب اجزا کی فہرست دیتی ہیں تو ان میں مختلف کیمیکلز، اجناس اور ادویہ کے ساتھ ساتھ E904 اور E141 کے کوڈز میں لکھ بھجواتی ہیں۔ شروع شروع میں یہ کوڈز پڑھ کر مَیں بہت حیران ہوا۔ میں نے اپنے اعلیٰ افسروں سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: ''تم صرف اجزا کی پڑتال کیا کرو، ان چیزوں کو چھوڑ دیا کرو۔'' میری حیرت میں اضافہ ہوگیا، مَیں نے اپنی سطح پر تحقیق شروع کردی۔ انکشافات بہت ہی خوفناک تھے۔ مجھے معلوم ہوا پورے یورپ، امریکہ اور مشرقِ بعید میں سور کھایا جاتا ہے۔ ان ممالک میں اس کے لاکھوں فارمز ہیں، صرف فرانس میں چھوٹے بڑے ملا کر 42 ہزار فارمز ہیں۔ ان ممالک میں ہر سال لاکھوں کروڑوں سور پالے جاتے ہیں۔ جب یہ ایک مخصوص عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو انہیں کاٹ کر بازار میں پیش کردیا جاتا ہے، لوگ ان کا گوشت کھا جاتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں گوشت کھانے کی اپنی ہی روایت ہے۔ یہ لوگ چربی بالکل استعمال نہیں کرتے جب کہ اس بدبخت جانور میں تمام جانوروں سے زیادہ چربی ہوتی ہے۔ آج سے دوسو سال پہلے جب ان کے فارمز بننا شروع ہوئے۔ باقاعدہ سلاٹر ہاؤسز کی بنیاد رکھی گئی اور صارفین کو گوشت فوڈ ڈیپارٹمنٹ کی نگرانی میں پہنچایا جانے لگا تو یہ چربی ضائع کرنا مسئلہ بن گیا۔

ابتدا میں اسے جلا دیا جاتا تھا، پھر سوچا گیا یہ بنیادی طور پر فیٹ (چکنائی) ہے۔ اسے کیوں نہ ان چیزوں میں استعمال کیا جائے جن میں چکنائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت اس چربی کو پگھلا کر صابن بنانے کے عمل میں استعمال کیا گیا، تجربہ کامیاب ہوگیا۔ اس کے بعد باقاعدہ پلانٹ لگائے گئے جو اس چربی کو ''پراسس'' کرکے اس کی پیکنگ کرتے۔ یہ پیکنگ مارکیٹ کی جاتی۔ مختلف کمپنیاں اور ادارے یہ چربی خریدتے اور پھر اسے کھانے پینے کی مختلف اشیا میں استعمال کرتے۔ اس صدی کے شروع میں کوالٹی کنٹرول کا سلسلہ شروع ہوا۔ یورپ کے مختلف ممالک نے کھانے، پینے، لگانے اور مریض کو دینے والی مصنوعات کی نگرانی شروع کردی۔ تمام کمپنیوں اور اداروں کو پابند کردیا گیا کہ وہ اپنی اپنی مصنوعات پر اجزا اور ان کے اثرات کی فہرست شائع کریں۔ اداروں نے ڈبوں، ڈبیوں، بوتلوں اور پیکٹوں پر ''فیٹس آف پگ'' یا ''پگز فیٹس'' لکھنا شروع کردیا۔ کچھ عرصہ تک یہ معاملہ چلتا رہا لیکن جب ان مصنوعات کی ترسیل بیرون ملک

شروع ہوئی۔ یہ پراڈکٹس اسلامی ممالک تک پہنچیں تو مسلمانوں نے ان کا بائیکاٹ کردیا۔ آپ کو 1857ء کی جنگ آزادی کا پس منظر تو معلوم ہی ہوگا، اس زمانے میں رائفل کی گولیاں یہاں یورپ سے ہندستان جاتی تھیں، یہ بارود سمندری جہازوں کے ذریعے ہندستان پہنچایا جاتا تھا۔ چھ ماہ تک سمندر میں رہنے کے باعث بارود گیلا ہو جاتا تھا۔ اس پر سمندر کی نمی اور نمکین ہوا دونوں اثر انداز ہو جاتی تھیں۔ لہٰذا وہ قابلِ استعمال نہیں رہتا تھا۔ برطانیہ ان گولیوں اور گولوں کو سمندری نمک اور ہوا سے محفوظ رکھنے کے لیے ان پر چربی کی ایک تہہ چڑھا دیتا تھا۔ جب یہ گولیاں جوانوں تک پہنچتیں اور ان کے استعمال کا وقت آتا تو جوان دانتوں سے چربی کھینچ کر اتارتے، گولی رائفل میں چڑھاتے اور چلا دیتے۔ یہ کام چلتا رہا لیکن بعد ازاں مقامی فوجیوں کو معلوم ہوگیا، یہ چربی سور کی ہے، لہٰذا انہوں نے بغاوت کردی۔ یوں یہ اختلاف 1857ء کی جنگ آزادی میں تبدیل ہوگیا۔ اس قسم کے کئی واقعات وقوع پذیر ہونے لگے۔ کمپنیوں نے شور کر دیا، لہٰذا مجبوراً یورپی حکومتوں نے کمپنیوں کو اجازت دے دی، وہ ''پگ فیٹس'' کی جگہ ''اینمل فیٹس'' لکھ دیا کریں۔ اینمل فیٹس لکھنے سے ''سور کی چربی'' کا معاملہ تو حل ہوگیا۔ کمپنیاں بڑے آرام سے کہنے لگیں: ان کی مصنوعات میں جانوروں کی چربی استعمال ہوتی ہے، لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہوگیا۔ اہلِ مغرب جانوروں کا جھٹکا کرتے ہیں، انہیں کرنٹ دے کر ہلاک کرتے ہیں، پھر تیز دھار آروں کے ذریعے انہیں کاٹ دیتے ہیں، جب کہ مسلمان حلال جانوروں کو اسلامی طریقے سے ذبح کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق غیر شرعی طریقے سے کاٹے جانے والے حلال جانور کا گوشت بھی حرام ہو جاتا ہے، لہٰذا جب جانور ہی حرام ہوگیا تو اس کی چربی کہاں حلال رہی۔ چنانچہ جب مغرب کی کمپنیوں نے ''اینمل فیٹس'' کو گائے اور بکری کی چربی کی شکل دینی چاہی تو مسلمانوں نے گوروں کے ہاتھوں کاٹی جانے والی بکریوں اور گایوں کو بھی حلال ماننے سے انکار کردیا۔ یوں ایک بار پھر مسلم ممالک نے ان مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کردیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کمپنیاں باقاعدہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی شکل اختیار کر چکی تھیں۔ ان کی مصنوعات ایک ملک کی سرحد سے نکل کر سات براعظموں پر پھیلنے لگی تھیں۔ یورپ کے اندر بھی مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی، لہٰذا کمپنیاں دنیا کے ایک تہائی صارفین سے محرومی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ دوسرا مصنوعات کی تعداد اور کمپنیوں کی پیداوار میں اس قدر اضافہ ہو چکا تھا کہ کمپنیوں کے لیے حلال جانوروں کی چربی اور بیجوں کے تیل کا بندوبست مشکل ہوگیا۔ اگر کمپنیاں مسلم ممالک سے اسلامی طریقوں سے ذبح کیے گئے حلال جانوروں کی چربی حاصل کرتیں یا تیل والے بیجوں کا تیل نکلوا کر استعمال کرتیں تو ان کا بجٹ خراب ہو جاتا، مصنوعات مہنگی ہو جاتیں اور وہ مقابلے کے رجحان میں مار کھا جاتیں۔ اس کے علاوہ یورپ میں سور کی چربی تھی بھی وافر مقدار میں۔ یورپ کے بڑے بڑے دماغ غور و فکر کرنے لگے۔ طویل غور و

خوض کے بعد یہ حل نکالا گیا کہ کمپنیاں پراڈکٹس پر چربی کا ذکر ہی نہ کریں لیکن یہاں یہ مسئلہ کھڑا ہوگیا، قواعد وضوابط کے مطابق تمام کمپنیاں اپنی مصنوعات پر اجزا کے نام لکھنے کی پابند ہیں۔ اس کا یہ حل نکالا گیا کہ مختلف کمپنیوں کے نمائندوں نے بیٹھ کر چند کوڈز طے کیے۔ یہ کوڈز یہ ثابت کرتے تھے کہ کس چیز میں کس جانور کی کتنے فیصد چربی شامل ہے۔ کوڈز کی یہ فہرست مختلف ممالک کے فوڈز ڈیپارٹمنٹس کے حوالے کردی گئی۔ اس فہرست کے بعد اب تمام کمپنیاں اجزا کی فہرست میں وہ کوڈز لکھ دیتی ہیں اور ہر سال اربوں ڈالر کا منافع کماتی ہیں۔ ہماری بدبختی دیکھو مسلمان نہ چاہتے ہوئے بھی یہ مصنوعات استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی اخلاقیات پر بھی اس نجس جانور کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ تم اسلامی ممالک میں جو بے حیائی، بد اخلاقی اور جنسی بے راہ روی دیکھ رہے ہو اس کی بڑی وجہ وہ ٹوتھ پیسٹ، شیونگ کریمز، چیونگم، چاکلیٹس، مٹھائیاں، بسکٹ، کارن فلیکس، ٹافیاں، ڈبوں میں بند خوراک، پھل اور جان بچانے والی بعض ادویہ اور ملٹی وٹامنز کی گولیاں ہیں، جن میں حرام جانوروں کی چربی استعمال ہوتی ہے۔

میں نے دفتر کی فائلوں سے یہ کوڈز چھانٹ کر نکالے، اسے ٹائپ کر کے اس کی فہرست بنائی اور اپنے دوستوں میں بانٹ دیں۔ حلال اور حرام کے بارے میں فیصلہ کرنا تو علما کرام کا کام ہے۔ لیکن بحیثیت ایک مسلمان میرا دل کہتا ہے جہاں شک پڑ جائے' جو چیز آپ کے ضمیر پر بوجھ بن جائے اس سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ میں یہ کوڈز نہایت نیک نیتی سے یہاں تحریر کر رہا ہوں۔ آپ اس سلسلے میں علما کرام سے فتویٰ لے لیجئے گا۔ باقی کام ان کا ہے۔ کوڈز یوں ہیں:

E100- E110- E120- E140- E141- E153- E210- E213- E214-
E216- E234- E252- E270- E280- E325- E326- E327- E334-
E335- E336- E337- E422- E430- E431- E432- E433- E434-
E435- E436- E440- E470- E471- E472- E473- E474- E475-
E476- E477- E478- E481- E482- E483- E491- E492- E493-
E494- E495- E542- E570- E572- E631- E635- E904.

(بحوالہ "ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی، صفحہ ۱۵ تا ۱۹)

اسلام دین فطرت ہے، اس کے تمام تر اصول وقواعد وفطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اسلام میں کسی بھی شے کی حلت یا حرمت محض انکل پچو یا قیاس آرائی کے ساتھ نہیں بلکہ ناقابل تردید ٹھوس دلائل پر رکھی گئی ہے۔ چونکہ خلاق عالم جل شانہ اپنی مخلوق کی سرشت ومزاج سے خوب واقف ہے، اس لیے اس نے اشرف المخلوقات (انسان) کی غذا پر کچھ پابندیاں عائد فرمادیں۔ اسے ایسی خوراک کھانے سے سختی کے ساتھ روک دیا جو کہ اس کی روح یا جسم کے لیے نقصان دہ تھی۔ ارتقائے روحانی اور جسمانی میں حائل ہونے والے مشروبات وماکولات میں شراب اور خنزیر بھی شامل ہیں۔

شراب

اسے عربی میں "الخمر" واردو میں "شراب" گجراتی میں "دارو" بنگلہ میں "مد" سندھی میں "داروں" انگریزی میں اسپرٹ (Spirit)، عاشق مزاج اہل فارس اسے دخت زر کہتے ہیں اور اہل ایمان اسے ام الخبائث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ایک نشہ آور سیال مادہ ہے۔ مختلف اجزا کے لحاظ سے اس کی بہت سی قسمیں ہیں، چنانچہ بعض کتب میں شراب کی مختلف اقسام کی تعداد چھ سو تک تحریر ہے، تاہم ساخت کے لحاظ سے اس کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ "بیئر": اس میں جزو اعظم جو وغیرہ ہوتے ہیں۔

۲۔ "وائن" اس قسم میں انگور وغیرہ جزو اعظم ہوتے ہیں۔

۳۔ "اسپرٹ": یہ مقدم الذکر دونوں اقسام کو کشید یا مقطر کر کے بنائی جاتی ہے جو کہ بسبب زیادتی "الکحل" سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ شراب میں جزو فعال "الکحل" ہوتا ہے اس کی مقدار مختلف اقسام میں مختلف ہوتی ہے۔ ذیل میں بعض اقسام خمر اور ان میں "الکحل" کی مقدار درج کی جاتی ہے:

معروف نام	الکحل فیصد	معروف نام	الکحل فیصد
ٹیبل بیئر	2 فیصد	شیری	12 فیصد
معمولی بیئر	4	کاگ نیگ	47
خالص سائی ڈر	5	جن	52
پورٹ	6	برانڈی	53
سٹوٹ	5	وسکی	54
انگلش ایل	6	رم	54
شیم پین	11	ڈیمی رارارم	79
پیری	7	سپرٹ	6
ہاک	12	خالص الکحل	99

شراب انگور، کیلا، جو، گندم، گنا، سیب وغیرہ اشیا کہ جن میں شیرینی اور اجزاے نشاستہ موجود ہوتے ہیں، ان سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی اکثر اقسام مزاج کے لحاظ سے گرم خشک مفتی ہوتی ہیں۔

شراب دینی نقطۂ نظر سے

شراب حرام ہے یعنی اس کا پینا بھی حرام ہے، اس کا جسم پر ملنا بھی حرام ہے۔ شراب کی حرمت

آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں، شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے سے، اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکے، تو کیا تم باز آئے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ، تو جانو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچادینا ہے۔''

(النساء آیت ۴۳)

''حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تبع کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا وہ شہد کی نبیذ ہے۔ ہر وہ پینے کی چیز جو نشہ لائے، وہ حرام ہے۔''

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور اس پر مداومت کی اور مر گیا، تو وہ آخرت میں اسے (شرابا طہورا) نہیں پیے گا۔'' (صحیح مسلم)

شراب بطورِ دوا

حضرت وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طارق بن سوید نے حضور نبی کریم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا: آپ ﷺ نے اسے (استعمال کرنے سے) منع فرمایا۔ اس نے عرض کیا: ہم اسے بطور دوا بناتے ہیں۔ فرمایا: وہ دوا نہیں، بلکہ بیماری ہے۔'' (مسلم شریف)

حکایت: ایک عبرت ناک واقعہ نقل کرتا ہوں تاکہ شراب بطورِ دوا استعمال کرنے والے اپنے انجام سے باخبر ہوں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک شاگرد تھا، میں اس کے پاس گیا، تو وہ قریب المرگ تھا، میں نے اسے کلمۂ شہادت کی تلقین کی، مگر اس کی زبان کلمہ نہ پڑھ سکی۔ میں نے بار بار کوشش کی، مگر وہ کلمہ شریف نہ پڑھ سکا، بلکہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ ''میں اس سے بیزار ہوں' (والعیاذ باللہ) فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا مجھے بڑا دکھ ہوا اور میں روتا ہوا اس کے مکان سے باہر نکل گیا، اس شخص کے مرجانے کے کچھ دیر بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ اسے آگ میں گھسیٹا جارہا ہے۔ اس کے تن بدن کو آگ لگی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا نورِ ایمان کہاں گیا؟ اس نے جواباً کہا: استاد! مجھے ایک بیماری لاحق ہوئی' میں ایک طبیب کے پاس گیا۔ اس نے کہا کہ تو شراب پیا کر۔ اگر تو شراب نہ پیے گا تو تیری یہ بیماری نہ جائے گی، چنانچہ میں نے بیماری سے بچنے کے لیے شراب نوشی شروع کر دی، جس کا صلہ جو مجھے ملا ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ (زواجر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے شراب پی، اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ اگر وہ دوبارہ لوٹے (یعنی شراب پیے) تو اللہ تعالیٰ چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ اگر وہ پھر لوٹے (یعنی شراب پیے) چوتھی بار اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا اور اس کو دوزخیوں کی پیپ کی نہر سے پلائے گا۔ (ترمذی، نسائی)

معاذ اللہ ماں سے بدکاری

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: (ترجمہ) یعنی یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے اور تمام فحاشیوں (برائیوں) کی ماں ہے۔ جس نے شراب پی، اس نے نماز چھوڑی اور اپنی ماں یا اپنی خالہ یا اپنی پھوپھی کے ساتھ بدکاری کی۔ (زواجر جلد دوم)

شراب کے شکاری

اس ام الخبائث کے ضمن میں حضور سرور کونین ﷺ نے دس شخصیتوں پر لعنت فرمائی: (۱) بنانے والا (۲) بنوانے والا (۳) اُٹھا کر لانے والا (۴) منگوانے یا سنبھالنے والا (۵) پینے والا (۶) پلانے والا (۷) بیچنے والا (۸) اس کی قیمت استعمال میں لانے ولا (۹) خریدنے والا (۱۰) جس کے لیے خریدی گئی ہے۔ (زواجر بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

شراب کے حرام ہونے کا واقعہ

شراب کی تاریخ تقریباً اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انگور کی کاشت، کتب تواریخ و طب سے پتہ چلتا ہے کہ انگور کی کاشت حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے ہوئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے، تو ساتھ یہ پھل بھی آگئے جیسے کہ بعض کتب میں مذکور ہے۔ کتب تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ قدیم ہی سے شراب نوشی عروج پر رہی۔ موجودہ بائبل میں بھی شراب نوشی کا ذکر ملتا ہے، بائبل کے عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ ہی (معاذ اللہ تعالیٰ) پانی کو شراب بنا کر پلوانا ہے۔ رسولوں کے اعمال (بائبل) میں تو شراب نوشی کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ یہ سب تحریف ہے اور نفس پرستوں نے محض اپنی خواہشات نفسانیہ کے لیے انبیا کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو بگاڑا ہے۔

خطۂ عرب میں ظہور اسلام سے قبل بہت کثرت سے شراب نوشی کی جاتی تھی، حتیٰ کہ بچوں کو گھٹی میں بھی عموماً شراب ہی دی جاتی تھی، مگر اس شدت سے اس کی حرمت کا اعلان نہیں کیا گیا تھا، اس لیے

پرہیز گار قسم کے لوگ تو شروع سے ہی نہیں پیتے تھے، مگر عام مسلمان شراب نوشی کر لیتے تھے، پھر بتدریج شراب کو حرام قرار دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں (شراب حرام ہونے کے دن) ہمارے ہاں ''فضیح'' شراب کے سوا اور کسی قسم کی شراب نہ تھی۔ پس میں کھڑا ہوا ابوطلحہ اور فلاں فلاں کو ''فضیح'' پلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آکر کہنے لگا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ ان سب نے کہا کس چیز کی؟ اس نے کہا کہ شراب حرام کردی گئی۔ یہ سب بولے: اے انس! ان (شراب کے) پیالوں کو زمین پر پھینک دو، اس شخص کے خبر دینے کے بعد کسی نے شراب کی بابت کچھ دریافت نہ کیا اور نہ ہی نافرمانی کی۔ (بخاری شریف)

تفسیر نعیمی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں اس دن ہمارے گھر مسلمانوں کی دعوت تھی، شراب کا دور چل رہا تھا۔ ہمارے گھر میں بہت سے مٹکے شراب کے تھے اچانک منادی کی آواز کان میں آئی۔ میرے والد نے کہا انس! سن کر تو آ؟ یہ کیسی منادی ہے؟ میں نے واپس آکر بتایا شراب حرام ہونے کی منادی ہورہی ہے۔ یہ سن کر اہل مجلس کی حالت یہ ہوگئی کہ جس کے ہاتھ میں جام تھا، اس نے وہیں پٹک دیا، جو مٹکے سے شراب انڈیل رہا تھا، اس نے وہیں پیالہ توڑ دیا، جس کے منہ میں تھی، اس نے کلی کردی، جو منہ تک پیالہ لے گیا تھا، اس نے وہیں سے واپس کرلیا۔ پھر میں نے ڈنڈے کی مار سے مٹکے توڑ دیئے۔ اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں میں بارش کے پانی کی طرح شراب بہتی تھی۔ سوکھ جانے کے بعد بھی کئی ماہ تک زمین سے شراب کی بو آتی رہی۔

مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ! ایسی (فوری اور مکمل) اطاعت کی دنیا میں مثال نہ ملے گی (تفسیر نعیمی پارہ دوم) ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ عقل وخرد کے چراغ گل کر کے حکم مصطفیٰ ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کردو۔

خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اگر شراب کنوئیں میں گر جائے، پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں گا۔ اگر دریا میں شراب ڈال دی جائے تو پھر دریا خشک ہوکر اس میں گھاس پیدا ہو تو وہ گھاس میں اپنے جانوروں کو نہ چراؤں گا۔ اللہ اکبر! گناہ سے کس قدر نفرت ہے (اللہ تعالی ہمیں بھی ان کی اتباع نصیب کرے)۔

فقہی مسائل

انگوری شراب اور تاڑی وغیرہ مطلقاً حرام ہیں، ان کا ایک قطرہ بھی پینا جائز نہیں۔ (۲۶) انگوری شراب اور دیگر نشے والی رقیق اشیا میں چند فرق ہیں: (۱) شراب انگوری قطعی حرام ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ (۲) اس کا کسی طرح بھی استعمال جائز نہیں، جسم پر اس کی مالش بھی نہیں کرسکتے (۳) اس کی تجارت

بھی حرام ہے (۴) اس کی کوئی قیمت نہیں، یعنی اس کو ضائع کرنے والا یا غصب کرنے والے پر تاوان واجب نہیں (۵) یہ نجاست غلیظہ ہے (۶) اس کے پینے والے کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے، اگر چہ نشہ کی حد سے کم ہی پیے۔ (۷) انگوری شراب کے سوا باقی شرابیں بھی حرام ہیں یعنی ان شرابوں کا پینا بھی حرام ہے، لیکن ان کی تجارت کو فقہا کرام نے صرف اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ یہ پینے کے سوا دیگر کاموں میں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً پالش وغیرہ بنانا، زخموں کے لیے مرہم بنانا وغیرہ۔ مسئلہ: کافر یا بچہ کو شراب پلانا بھی حرام ہے، اگر چہ بطور دوا پلائے اور گناہ اسی پلانے والے کے ذمہ ہے۔ مسئلہ: خمر (انگوری شراب یا کھجوری) کے سوا دیگر (مثلاً گندم یا جو) کی شراب کے تلف کرنے پر ضمان لیا جائے گا۔ (تفسیراتِ احمدیہ، تفسیر نعیمی، فتاویٰ عالمگیری، بہارِ شریعت)

شراب طبی نقطۂ نظر سے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور اسے عقل سلیم سے نوازا۔ اگر یہ باوجود اس کے بھی اپنے جسم و روح کے نفع و نقصان کو محسوس نہ کرے، تو پھر اس میں اور بہائم میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ شراب نوشی سے نہ صرف روحِ انسانی پراگندہ ہوتی ہے بلکہ جسم انسانی پر بھی شراب نوشی کا تباہ کن اثر پڑتا ہے۔

طب جدید کے مطابق یہ ام الخبائث شراب خانہ خراب نہایت مضر صحت ہے۔ شراب معدہ میں ایک قسم کی خراش اور سوزش پیدا کرتی ہے، جس سے معدہ اور امعاء کی لعاب دار جھلی موٹی اور درشت ہوجاتی ہے اور اس کے فعل میں فتور واقع ہوجاتا ہے، جس کے نتیجہ میں بدہضمی، دست، پیچش وغیرہ امراض ہوجاتے ہیں۔ معدہ سے جب بذریعہ مار سار یقا جذب ہوکر شراب جگر میں جاتی ہے، تو اس پر بھی تحریک کا اثر کرتی ہے۔ آخر کار جگر کی باریک ساخت ضائع ہونے لگتی ہے اور جگر سکڑ کر چھوٹا ہوجاتا ہے اور اس کے معمول کے فعل میں خلل پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ ورمِ جگر، دبَل جگر، یرقان، استسقاء، ذیابیطس وغیرہ امراض ہوجاتے ہیں۔ دل اور شرائین پر بھی شراب کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ دل دھڑکنے لگتا ہے، اس کی حرکات بے قاعدہ ہوجاتی ہیں۔ بعض اوقات دماغی شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور مرض سکتہ ہوکر انسان مرجاتا ہے۔ شراب کے اثر سے گردے بھی خراب ہوجاتے ہیں اور دماغ پر تو نہایت ہی برا اثر پڑتا ہے ...... متواتر شراب نوشی سے بہت سے دماغی امراض، مثلاً: ہذیان، نسیان، دردِ سر، دوار، لقوہ، فالج، مالیخولیا، جنون، صرع (مرگی) رعشہ سکتہ وغیرہ ہوجاتے ہیں۔ یورپ کے نامور ڈاکٹروں کا متفقہ قول ہے کہ شرابی والدین کی اولاد ضعیف و نحیف اور مختلف امراض میں مبتلا ہونے کے لیے مستعد رہتی ہے۔ نیز ان کے بچے بھی امراضِ دماغی مثلاً مرگی، جنون، استسقاء دماغ اور امراض شش مثلاً سل اور دق وغیرہ میں نسبتاً زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ (مخزن الحکمت)

شراب خانہ خراب چہرہ کی خوبصورتی پر بہت زیادہ تباہ کن اثر ڈالتی ہے۔ دورانِ خون تیز ہوجانے کی صورت میں جلد کو ضرورت سے زیادہ غذائیت ملتی ہے جس کی وجہ سے چکنائی کے غدود کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، اس لیے بشرہ کی جلد موٹی، کھردری اور چکنی ہوجاتی ہے اور مسامات نمایاں ہوجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آنکھیں اپنی قدرتی چمک کھوکر گدلی اور دھندلی سی بن جاتی ہیں۔ (کتاب المفردات)

اندازہ فرمایئے کہ یہ ام الخبائث کتنی بیماریوں کی جڑ ہے۔ علاوہ ازیں شراب عقل کو فاسد، ذہن کو مختل، احساسات کو گرم اور اچھے بھلے انسان کو بدحواس کردیتی ہے۔ آدمی کی سوچ ختم ہوجاتی ہے، اس پر ایک ہیجانی کیفیت مسلط ہوجاتی ہے اور وہ منہ سے اول فول بکتا ہے، جو بات کہنے کی نہیں ہوتی، وہ بھی کہہ دیتا ہے، ایسے حال میں وہ نہ تو فرقِ مراتب کا لحاظ رکھتا ہے، نہ راز کو راز رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب حالتِ نشہ میں ہوش وحواس ہی بحال نہ ہوں، تو اچھے برے کی یا ماں بہن کی تمیز کیا رہے گی؟ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

حرمتِ خنزیر دینی نقطۂ نظر سے

خنزیر دنیا کے نجس ترین جانوروں میں سے سرفہرست ہے۔ اس کی گندگی اور نجاست اس قدر شدید ہے کہ خالق کائنات جل شانہ نے اسے رجس اور فسق فرمایا۔ قرآن پاک کی متعدد آیات کریمہ میں اس خبیث جانور کے حرام ہونے کا ذکر آیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ (البقرہ: آیت ۱۷۳)

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے ذبح کیا گیا ہو۔ (کنزالایمان)

اس آیۂ کریمہ کے تحت حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "خنزیر (سور) نجس العین ہے، اس کا گوشت، پوست، بال اور ناخن وغیرہ تمام اجزا نجس اور حرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں، چونکہ مندرجہ آیت میں کھانے کا بیان ہورہا ہے، اس لیے یہاں گوشت کے ذکر پر اکتفا فرمایا گیا۔" (خزائن العرفان)

بہار شریعت میں ہے کہ اس کا ہر جز حرام ہے اور یہ نجس العین ہے۔ خنزیر اور انسان کے سوا باقی حرام جانوروں کے چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں، لیکن ان دونوں کے نہیں۔ انسان کا شرف کی وجہ سے اور خنزیر کا نجس العین ہونے کی وجہ سے۔ (۳۷)

ارشاد خداوندی ہے: **حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ** (المائدۃ: آیت ۳)

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا......

البتہ بعض مخصوص حالات وصورتوں میں بقدر ضرورت حرام کھانا بھی جائز ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: فمن اضطر یہ لفظ ضر سے بنا جس کے معنی ہیں تنگی اور "ضرورت" بھی اسی سے ہے۔ اس کا مصدر ہے "اضطرار" یعنی مجبور یا حاجتمند ہو جانا، یا تنگی میں پھنس جانا۔ شرعاً اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) بھوک یا پیاس سے جان نکل رہی ہو، کوئی حلال چیز موجود نہیں (۲) کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور کر رہا ہے اور نہ کھانے پر قتل کیے ڈالتا ہے (۳) سخت بیمار کو قابل طبیب نے مشورہ دیا کہ تم بجز فلاں حرام دوا کے کسی چیز سے نہیں بچ سکتے۔ ان تینوں صورتوں میں حرام کا استعمال منع نہیں، پہلی دو میں تو واجب ہے کہ نہ کھائے گا، گناہ گار مرے گا، دوا میں جائز، کیونکہ علاج کرنا ہی فرض نہیں، چنانچہ حرام دوا سے کیونکہ دوا کا صحت دینا یقینی نہیں۔ غیر باغ و لاعاد. "باغی" یا تو بغی سے بنا، یعنی خواہش یا بغاوۃ سے یعنی زیادتی یہاں دونوں درست ہیں، یعنی لذت کا خواہشمند نہ ہو، یا دوسرے بھوکے پر زیادتی نہ کرے کہ خود کھا جائے اور اسے مرنے دے (روح البیان) عاد عدو سے بنا (حد سے بڑھنا) یعنی حد ضرورت سے نہ بڑھے۔ اگر ایک لقمہ سے جان بچتی ہو، تو دوسرا نہ کھائے۔ جو کوئی بصورتِ مجبوری حرام استعمال کرے، تو فلا اثم علیه اس پر کوئی گناہ نہیں، کیونکہ ضرورتیں حرام کو حلال کر دیتی ہیں اس لیے کہ ان اللہ غفور رحیم. غفور غفر سے بنا، جس کے معنی ہیں چھپانا، چھلکے کو اسی لیے غفر کہتے ہیں کہ اس سے گودا چھپا ہوتا ہے۔ رب بھی گناہوں کو چھپانے والا ہے، اس لیے غفار ہے، یعنی اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (تفسیر نعیمی)

حرمتِ خنزیر طبی اور عقلی نقطۂ نظر سے

سور انتہائی کمینہ اور خبث جانور ہے، یہ کوڑیوں پر منہ مارتا پھرتا ہے، گندگی کھاتا ہے، گندی عادات رکھتا ہے، شرم و حیا یا غیرت اس کے قریب بھی نہیں پھٹکی۔ راسخ العقیدہ مسلمان کو اس کے نام سے ہی گھن آتی ہے۔ اس کا مزاج حد درجہ گرم اور اس کا خون جراثیم خبیثہ کا مخزن اور اس کا گوشت روحانی و جسمانی عوارض کا مجموعہ ہے۔ عیسائی اور سکھ اسے شوق سے کھاتے ہیں۔ (۴۱) سور کے گوشت کے بارے میں جدید ترین سائنسی تجزیے حد درجہ عبرت انگیز ہیں، اس کا گوشت کھانے والوں کو خنازیر (Scrofula) کدو دانہ (کرمِ شکم Tapeworm) وجع المفاصل (Acute Rheumatism) اور فل یا ان جیسے امراض ہو جاتے ہیں، چونکہ اس کا گوشت چربیلا، ردی الغذا اور دیر ہضم ہوتا ہے، اس لیے تحقیق جدیدہ کے مطابق اس کے مسلسل استعمال سے امراض جلد، امراض جگر، آنتریوں کے امراض، معدہ کی خرابی، امراج قلب اور سرطان وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے گوشت سے پیدا ہونے والا ایک کیڑا جسے ڈاکٹری زبان میں "سولیم" کہتے ہیں، خون اور انتڑیوں سے گزر کر دماغ میں پہنچ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں مرگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس

کی چربی کے استعمال سے خون میں ''کولیسٹرول'' بڑھ جاتا ہے۔ جس سے شریانیں تنگ ہوجاتی ہیں اور خون کی گردش میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ فالج کا اٹیک یا امراض قلب (Diseases of the Heart) یعنی دل کا دورہ وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سور کے گوشت میں ''ٹری کائی'' ایک قسم کے نہایت باریک باریک کرم پائے جاتے ہیں، گوشت کے ساتھ وہ بھی جسم انسانی میں چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک مرض ''ٹری کائی نوسس'' ہوجاتا ہے۔ اس مرض کی علامات ہیضہ یا زہر سنکھیے جیسی ہوتی ہیں۔ اگر یہ کیڑے عضلات میں چلے جائیں، تو ان میں شدید درد ہونے لگتا ہے اور اکثر اوقات فالج ہوجاتا ہے اور جب ان کرموں میں زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے، تو مریض کی موت بہت حد تک یقینی ہوجاتی ہے۔ اس کا گوشت کھانے والوں کی جلد پر نہایت باریک سے دانے نکل کر مستقل جلدی مرض کا روپ دھار لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی قسم کے امراض اس خبیث جانور کے گوشت میں پائے جاتے ہیں۔

چونکہ یہ جانور پر لے درجے کا بے غیرت، بے شرم اور بے حیا ہوتا ہے، اس لیے اس جانور کا گوشت کھانے والے بھی اسی جانور کی طرح بے غیرت اور شرم وحیا سے عاری ہوتے ہیں۔ ہم مسلمان یہ دعویٰ ''دیوانے کی بڑ'' کے انداز میں نہیں کررہے، بلکہ آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والے مغربی تہذیب کے شاہکاروں کے حالات و واقعات ہمارے دعویٰ پر شاہد عدل ہیں، مثلاً امریکہ اور برطانیہ جیسے ظاہراً ترقی یافتہ ممالک فخر سے بتاتے ہیں کہ وہاں پیدا ہونے والے ہر تین بچوں میں سے ایک ناجائز ہوتا ہے اور شادی کے بغیر پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے۔ جبکہ سوئٹزر لینڈ کی حکومت نے دو قدم مزید آگے بڑھائے اور قانونی ماہرین کو قانون پر نظر ثانی کرنے کو کہا، جس میں طے پایا گیا کہ نہ صرف عام مردوں کو بازاری عورتوں کے ساتھ رہنے کی اجازت ہو، بلکہ اگر بہن بھائی آپس میں جنسی تعلقات قائم کرنا چاہیں، تو قانونِ ''بے غیرتی'' ان کو فراہم تحفظ کرے گا، یعنی والدین چاہیں بھی تو منع نہیں کرسکتے۔ ادھر امریکہ کے شہر نشویلی میں ڈیپی جیمز نامی شخص نے اپنی سگی ماں سے شادی رچالی۔ اور اس پر کسی کو حیرت یا اعتراض نہ ہوا۔

محترم قارئین! میں آپ کو یہی باور کروانا چاہتا ہوں کہ ابلیس لعین اور اس کے چیلے چانٹے ایک سازش کے تحت آپ کے روحانی اقدار کے مضبوط قلعے میں شگاف ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو اللہ رب العزت کی عظمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ بتاؤ...... اے غیور اہل ایمان بتاؤ...... کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی آل و اولاد بھی اسی کردار کی حامل ہو کہ جس کی ادنیٰ سی جھلک آپ مذکورہ بالا خبروں میں بھی ملاحظہ فرماچکے ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی آیندہ نسل اسی ڈگر پر چلے کہ جس پر اہل مغرب گامزن ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو یا آپ کی اولاد کو دوزخ کے دہکتے ہوئے کوئلوں میں دفن کیا جائے۔

اگر آپ نہیں چاہتے اور یقیناً نہیں چاہتے تو خدارا حرام خوری سے خود بھی بچیں اور آل و اولاد کو بھی بچائیں، کیونکہ میرے آقا رسولِ عربی ﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم ہے: ''جسم کے جس حصے نے حرام سے پرورش پائی، وہ جہنم میں جلنے کے لائق ہے قابلِ جنت نہیں۔'' جہنم وہ جگہ ہے کہ جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جہنم کی آگ تو آخر آگ ہے، وہاں جو خوراک ملے گی اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔ مفہوم ترجمہ: ''یقیناً جہنم میں زقوم کا درخت گنہگاروں کی خوراک ہوگا۔ یہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا، جونہی وہ جہنمی کے پیٹ میں جائے گا، تو اس کا پیٹ اس طرح کھولنا شروع کردے گا جیسا کہ سخت گرم پانی میں ابال آتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس جہنمی کو پکڑو اور سختی کے ساتھ آگ میں گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، پھر اس کے سر پر شدید جوش کھاتا ہوا گرم پانی ڈالو۔'' (معاذ اللہ تعالیٰ) (الدخان آیات ۴۳ تا ۴۸) ایک روایت میں ہے کہ جب اہل دوزخ کو زقوم کھلایا جائے گا تو وہ گلے میں پھنس جائے گا (جس طرح کوئی شخص زندہ بچھو نگلنے کی کوشش کرے اور وہ اس کے گلے میں چمٹ جائے اور ڈنک پر ڈنک چلائے) تو وہ دوزخی شدتِ درد سے تڑپ اٹھے گا اور پانی کے لیے چلائے گا، اس پر اسے اہل جہنم کے زخموں کے پیپ اور خون پلایا جائے گا جو اس قدر شدید گرم ہوگا کہ جونہی منہ کے قریب کیا جائے گا اس کی شدتِ حرارت سے منہ کی کھال ادھڑ کر اس پیالے میں گر جائے گی۔'' سورۃ کہف میں ہے۔ مفہوم و ترجمہ: ''اور جب وہ پانی مانگیں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا کہ جیسا کھولتا ہوا پگھلا تانبا ہو، وہ ان کے چہرے ہی بھون کر رکھ دے گا، و (آیت ۲۹) سورۃ محمد میں ہے۔ مفہوم و ترجمہ: اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو آنتریوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔'' (آیت ۱۵)

اندازہ فرمائیے کہ جس جہنم کے پانی کا یہ حال ہے، وہاں کی آگ کا عالم کیا ہوگا؟؟ اس کے برعکس جو رضائے خداوندی کا جویاں ہو، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم مانے، حرام خوری سے بچے، تقویٰ اختیار کرے، اس کے لیے جنت ہے اور جنت وہ مقام ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دیدار بھی ہوگا اور قرب بھی میسر آئے گا۔ نیز اہل جنت کے لیے ہر وہ شے ہوگی جس کی وہ تمنا کریں گے۔ قرآن پاک میں ہے۔ مفہوم و ترجمہ: اور اس (جنت) میں (ہر وہ ہے جس کو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت اور سرور ملے اور (اے اہل ایمان) تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔'' (زخرف، پارہ ۲۵، آیت ۷۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ اپنے محبوب کریم ﷺ کی شانِ رحمت کے تصدق ہم سب اہل ایمان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ابلیس لعین کی مکروہ سازشوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین!

قلمی میدان میں ہماری غفلت اور فکرِ رئیس القلم

از: غلام مصطفیٰ قادری رضوی، رحمت عالم گلی باسنی ناگور راجستھان

بھلا جس کے بارے میں جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی قدس سرہٗ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہوں کہ ''اگر عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ اتنی دولت عطا فرما دیتا تو میں اپنے ارشد کو سونے سے تول دیتا'' اس مردِ مجاہد، عالمِ ربانی، مفکر اسلام و مسلمین، مدبر و محرکِ زمانہ کے کارناموں کا کیا کہنا اور حضور حافظ ملت جیسی شخصیت ساز ہستی سے ہر کس و ناکس کے لیے ایسے جملے کیسے نکلتے۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذہبی، علمی، فکری، ثقافتی اور اصلاحی خدمات کے کن کن گوشوں پر خامہ فرسائی کی جائے۔ ایمان و عقیدہ کی بات ہو تو اس کے تحفظ و ناموس کے لئے اس نے مسلسل کوششیں کیں، مدارس اور تنظیمیں قائم کرنے کا مسئلہ آیا تو اس نے ملک و بیرون ملک بڑے بڑے مدارس، مساجد اور کئی ایک اصلاحی تنظیمیں قائم فرمائیں اور پچھڑے ہوئے مسلمانوں کو صحیح راہِ عمل بتائی۔ فیضانِ علمی کی بات آئے تو اس نے قابل فخر تلامذہ ''علم و عمل کے پیکر'' کی شکل میں قوم کو عطا فرمائے، خطابت و تقریر میں ایسے کامیاب کہ اس کی چند منٹوں کی تقاریر و خطبات نے کئی ایک جگہ علمی اور فکری انقلاب پیدا کردیئے اور وہاں کے مسلمانوں میں جذبۂ دینی پیدا ہوگیا۔ بارگاہِ حافظ ملت کا خوشہ چیں یہ مردِ حق گو چاہتا تھا کہ میری قوم جہاں کہیں بھی غفلت کا شکار ہے وہاں جاکر اسے بیدار کیا جائے اور ظلمت و جہالت کے اندھیرے سے نکال کر اسے ایمان و عمل کے اجالے میں لایا جائے۔ اس سلسلے میں اس نے اپنی لسانی اور قلمی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کیں اور الحمد للہ اپنے نیک مقاصد میں سرخرو بھی ہوئے۔

رئیس التحریر مولانا یٰسٓ اختر مصباحی دام ظلہ رقم طراز ہیں:

''وہ قلوبِ اہل سنت پر اپنی عظیم الشان خدمات اور کارناموں کے ایسے نقوش ثبت کرکے اس جہان سے رخصت ہوئے کہ صدیوں کا سفر اور گردشِ لیل و نہار مدتوں بعد بھی انہیں محو کرنے میں شاید کامیاب نہ ہوسکے۔ انھیں دیکھنے والے لاکھوں افراد جب ان کی بے قرار زندگی اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کے سوزِ دروں کا ذکر کریں گے تو آنے والی نسلیں انہیں حیرت و استعجاب سے سنیں گی اور خود ان کی داستانِ حیات و خدمات سنانے والے افراد اپنے اوپر فخر کریں گے کہ ہم نے دین و دانش، فکر و فن، لوح و قلم اور تنظیم و تحریک کے اس سیماب صفت پیکر جمیل کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کی سحر طراز شخصیت کا مطالعہ کرکے اپنے لئے اعزاز و افتخار کا سامان جمع کرلیا ہے۔ گویا زبانِ حال سے علامہ ارشد القادری کا نقارۂ رحیل اس سوز و ساز کے ساتھ اب خاموش ہوچکا کہ

تم جب ان سے یہ کہو گے ہم نے فراق کو دیکھا ہے آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی ہم عصر و

(اداریہ کنز الایمان دہلی جولائی ۲۰۰۲ء)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری کا دلِ دردمند ہمیشہ اہل سنت و جماعت کی اصلاح کے لئے دھڑکتا رہا۔ انھوں نے اپنی زندگی اہل سنت و جماعت کو صحیح فکر کی طرف متوجہ کرنے لئے صرف فرمادی اور مختلف مواقع پر اپنے قلبی جذبات کا زبان وقلم سے اظہار کیا۔ مولانا مبارک حسین مصباحی مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور نے بڑی پتے کی بات کہی ہے، لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت نوشتۂ دیوار کی طرح ہر خاص و عام پر عیاں ہے کہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان ایک دردمند مسیحا نفس اور کاروبار ملت کے دفا پیشہ پاسبان کا نام تھا وہ مسجد و مدرسہ میں بیٹھ کر جہانِ سنیت پر عقابی نظر رکھتے تھے ان کی فعال زندگی کا یہ رخ اتنا وسیع اور تہہ دار ہے کہ اس موضوع پر سیکڑوں صفحات روشن کئے جاسکتے ہیں۔

ان کے پہلو میں حساس دل تھا اور دل کی ہر دھڑکن میں جماعتی وملی دردمندی کا نغمہ بہت دور سے سنا جاسکتا تھا میں نے اپنی زندگی میں ملی مسائل پر سر دھننے والا اور عملی جدوجہد میں پیش رفت کرنے والا ان جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔'' (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، جون جولائی ۲۰۰۲ء)

بے شک جو زندگی بھر قوم وملت کی اصلاح و بہبودی کے لئے کوشاں رہا ہو، قوم کے اندر محاسبہ کا جذبہ بیدار کرنے میں فکرمند رہا ہو اس کے دل میں ایسی ہی تدابیر اور تراکیب جمع ہوں گی جو صالح معاشرہ کی تشکیل کا باعث ہوں۔ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری نے ملت کے عروج و ارتقا کے لئے بے لوث کاوشیں کیں آج بھی ان کی یہ تحریر پورے عہد کو متاثر کرتی ہے اور سوچ بچار کی راہ کھولتی ہے فرماتے ہیں:

''جس ضرورت کے احساس نے میری زندگی کو صحافتی دور میں داخل کیا ہے اس کے متعلق ذیل کی چند سطریں غور سے پڑھیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان میں ہر جگہ اہل سنت و جماعت کی عظیم اکثریت ہے اس کا اندازہ ان مذہبی اور روحانی تقریبات سے ہوتا ہے جو یکساں طور پر ہندوستان کے سارے طول وعرض میں منائی جاتی ہیں جب کہ اہل سنت کے علاوہ کوئی فرقہ انہیں مذہبی تقریب قرار نہیں دیتا۔ لیکن ہم تعداد کے اعتبار سے اکثریت میں ہوتے ہوئے بھی اپنے اثر کے لحاظ سے قطعاً اقلیت میں ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اب تک اپنے قرار واقعی وجود کا یقین ہی نہیں دلا سکے ہیں۔ دنیا کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ہمارے یہاں تین چار متوازی جماعتوں کی تنظیم ہے پھر بھی ہم منظم نہیں ہیں ہر جماعت کی ناکامی کے بعد ایک نئی جماعت اس امید کے ساتھ وجود میں لائی گئی کہ شاید اس کے ذریعہ ہمارا خواب شرمندۂ تکمیل ہوجائے لیکن وہ بھی کچھ دنوں کے بعد اپنے پیش رووں سے جاملی۔

اس خطرناک اور نتائج آزمودہ اقدام کے لیے میں ہرگز رائے نہیں دوں گا کہ اپنے جماعتی مسائل سے نبٹنے کے لیے اب کوئی پانچویں جماعت بنائی جائے۔ آج کی صحبت میں اپنی ناکامی کے اسباب کا تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہمارے یہاں کچھ ایسی چیزوں کا ضرور فقدان ہے جو کسی بھی جماعتی تنظیم کے لیے ناگریز ہیں۔ مثال کے طور پر ہم ملک میں ذہنی اعتبار سے کارکنوں کا کوئی دستہ تیار کیے بغیر کل ہند سطح پر جماعتوں کے پروگرام کا اعلان کر دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں صرف مذہبی یکجہتی کسی بھی دستوری جماعت کا بوجھ اٹھانے کے لیے کافی ہے حالانکہ مذہبی خیالات کی یگانگت اور کسی تنظیمی جماعت کے اغراض سے اتفاق، دونوں میں نہایت فرق ہے۔ کسی بھی جماعتی تنظیم کو بروئے کار لانے کے لیے جب تک افراد کے درمیان نظامِ جماعت کے ساتھ ذہنی ارتباط، جذباتی لگن، والہانہ آمادگی، باطنی اخلاص اور قربانیوں کی سچی تڑپ موجود نہ ہو عوامی سطح پر کسی مضبوط قیادت کی نمود اور بکھرے ہوئے شیرازوں کی یکجائی ناممکن ہے۔ جب تک ہم دل نشیں اور پرکشش لٹریچر کے ذریعہ سُنّی نوجوانوں کا ذہن جماعتی مزاج کے سانچے میں ڈھال نہیں لیتے ہماری کوئی تنظیم قابل ذکر کردار کے قابل نہیں ہوسکے گی۔"

(ماہنامہ جام نور کلکتہ، مارچ ۱۹۶۷ء)

جماعت اہلسنّت کی بقا اور ترقی کی فکر انہیں ہر وقت بے چین کرتی۔ وہ تحریروں کے نقوش میں خون جگر جذب کرتے رہتے، احساس کی نبض کو گرم رکھتے اور فکر کے دریچے کھولتے جس کا اندازہ اُن کے گلبار اور فیض یافتہ قلم سے ہوتا رہتا۔ ماہنامہ "المیزان" ممبئ کے مدیر سید محمد جیلانی قبلہ کو آپ نے جو مکتوب لکھا اس کے ایک ایک جملے میں مذکورہ دعویٰ کی دلیل ملتی ہے لکھتے ہیں کہ:

"آج عصر کی نماز کے بعد جیل کے پارک میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ المیزان کا تازہ شمارہ ملا اداریہ پڑھ کر جو روحانی مسرت حاصل ہوئی اس کے بیان کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں، خوشی اس بات کی نہیں ہے کہ میری اسیری کو آپ نے از راہ کرم وعنایت اپنے قلم کا موضوع بنایا بلکہ دراصل خوشی اس جماعتی زندگی کا احساس ہے جو آپ کے اداریہ کی سطر سطر سے پھوٹ رہا ہے۔ آپ کے بعض فقرے تو اس قیامت کے ہیں کہ جیسے کسی نے غم کے مضراب کا تار چھیڑ دیا ہو اور سویا ہوا درد جاگ اٹھے۔ ایک فرد کی قربانی سے اگر جماعت کو زندگی ملتی ہو تو میں ہزار بار قربان ہونے کو تیار ہوں۔"

میرے ممدوح نے یوں تو ہر مقام اہل ایمان وایقان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی جدوجہد کی اور مشکلات ومصائب سے سامنا کرتے رہے۔ جماعت کی زبوں حالی اور کسمپرسی پر آنسو بہاتے رہے۔ ہر روز ان کے فکر وذہن میں ہماری کمزوریوں کے اسباب کا جائزہ لینے اور پھر ان سے چھٹکارا پانے کے لیے نئی تدابیر آتی رہتیں جن کی داد اپنوں کے علاوہ مخالف طبقہ کے افراد نے بھی دی مگر جماعت اہلسنّت کی قلمی، تحریری اور اشاعتی کاہلی اور تساہلی پر آپ زیادہ فکر مند رہتے۔ اور کیوں نہ ہو کہ انہوں نے دین وسنیت کے

تئیں دھڑکنے والا دل پایا تھا چاہتے تھے کہ میری قوم اب زمانے کی رفتار کو ملاحظہ کرے، پریس اور میڈیا کے تیز رفتار ذرائع و وسائل تبلیغ و اشاعت کو دیکھے، باطل اور طاغوتی طاقتوں کے اس قلمی حربے کے ساتھ کامیاب ہونے کا بھی اندازہ لگائے اور اپنی غفلت اور کمزوری کو دور کرے۔ اس قلم اور تحریر سے لگاؤ اور وابستگی کی وہ بار بار تاکید کرتے۔

یہ حقیقت ہے کہ قلم کے ذریعے انقلابات رونما ہوتے ہیں اور قومیں عروج و ارتقا کے راستے طے کرتی ہیں۔ اگر قلم کا واسطہ نہ ہوتا تو آج زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والے فضلا کی تحقیقات اور نگارشات سے دور بسنے والے کیونکر مستفید ہو سکتے۔ قلم ہی کی برکت ہے کہ علم کا کارواں آج ان رفعتوں پر خیمہ زن ہے اور مزید بلندیوں کو مسخر کر رہا ہے۔

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دام ظلہ نے اس سلسلے میں بڑی پیاری بات کہی ہے فرماتے ہیں:
''زندگی میں قدم قدم پر وسیلے کی ضرورت ہے بغیر وسیلہ کے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے آنکھ نہ ہو تو دیکھ نہیں سکتے، کان نہ ہو تو سُن نہیں سکتے، ناک نہ ہو تو سونگھ نہیں سکتے، زبان نہ ہو تو چکھ نہیں سکتے، ہاتھ نہ ہو تو پکڑ نہیں سکتے، پیر نہ ہو تو چل نہیں سکتے، غرض کہاں تک گنایا جائے اللہ اکبر۔ وسیلہ نہ ہو تو ہم معطل ہو کر رہ جائیں۔ وسیلہ کے بغیر گذر نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ قلم نہ ہو تو جو کچھ جاننا چاہیے یا جاننا چاہتے ہو جان نہیں سکتے۔ خدا نے ہاتھ دیئے انسان نے ہتھیار اٹھا لیے، قرآن نے للکارا، ہتھیار اٹھانے والے! ذرا قلم اٹھا کر دیکھ۔ دیکھ یہ کیسے گل کھلاتا ہے۔ تیرے ہتھیار کی لالی چھوٹ سکتی ہے لیکن اس کی لالی نہیں چھوٹ سکتی، وہ انسان جس کو ہتھیار اٹھاتے شرم نہ آتی تھی قلم اٹھاتے شرم آتی تھی۔ اس کو قلم پکڑنا سکھایا اور بانگ دہل اعلان کر دیا گیا عَلَّمَ بِالْقَلَم. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ''ہم نے قلم کے وسیلے سے انسان کو وہ کچھ بتایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ اعلان کیا تھا؟ ایک انقلاب تھا جس نے صور پھونک دیا اور مردہ پیکروں میں جان آ گئی، کاروان علم جس نے نہ معلوم کب سے پڑاؤ ڈال رکھا تھا بڑھنے لگا اور بڑھتے بڑھتے کہاں سے کہاں پہنچ گیا، اس قلم نے بہت سے چولے بدلے ہیں اور نئے نئے روپ دھارے ہیں سیکڑوں راز کھول دیئے ہیں''

(موج خیال، مطبوعہ کراچی)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری دور اندیش تھے اور فکر سلیم رکھتے تھے اس لیے انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ میری قوم قلمی میدان میں بہت پیچھے رہ جائے گی اور اگر یہ قوم تحریر و قلم کی ذمہ داری کو نہیں سمجھے گی اور اسی طرح خوابِ خرگوش میں سوتی رہ جائے گی تو باطل کا کفر و ضلالت پر مشتمل لٹریچر نہ جانے کتنے صحیح العقیدہ خوش بخت انسانوں کے قلوب و اذہان پر شب خون مار دے گا اور انہیں ہلاکت و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کر دے گا۔ دین کے درد میں تڑپتے ہوئے دل سے نکلے ہوئے یہ الفاظ تو دیکھئے:

''جی چاہتا ہے کہ آج کھل کر اہلسنت کے عوام و خواص کو اپنے درد و کرب کا نالۂ شب گیر سناؤں، آنکھوں کی نیند اڑ جائے تو مجھے معذور رکھیں گے یوں بھی چوٹ کھائے ہوئے انسان سے درد کی بیتابی کے سوا اور کسی بات کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہیے۔

ایک عرصہ سے چیخ رہا ہوں کہ زندہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا۔ فولاد کی تلوار کا زمانہ ختم ہوگیا اب قلم کی تلوار سے معرکے سر کیے جا رہے ہیں۔ پہلے کسی محدود رقبے میں کفر و ضلالت کی اشاعت کے لیے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی تھی اور اب پریس کی بدولت صرف گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالمگیر سیلاب امنڈ سکتا ہے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھیے! آج ہندوستان کا ہر فرد قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہو چکا ہے اتنا مسلح کہ اس کی یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دو چار ہوتی جا رہی ہے بلکہ میں بعض ایسی بھی جماعتوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں جن کے وجود کا سر رشتہ ماضی میں نہیں ملتا لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم کے وسائل کے بل پر وہ روئے زمین پر طوفانوں کی طرح پھیلتی جا رہی ہیں اور ان کا اجنبی لٹریچر سیکڑوں برس کی قابل اعتماد تصنیفات کو نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے۔

فکری مزاج کی تعمیر میں قلم کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ فکری استحکام کے بغیر کوئی بھی جماعت طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پریس ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ فتنہ صبح کو جنم لیتا ہے دوپہر کو جوان ہوتا ہے اور شام ہوتے ہوتے آبادیوں کے لیے ایک درد ناک آزار بن جاتا ہے۔ ان حالات میں جب کہ باطل پرستوں کی یلغار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے ہم خفتگان شب کے غفلت کی نیند اور گہری ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے یہاں نکتہ چینی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے البتہ تعمیری ذہن رکھنے والے افراد بہت کم ہیں۔ اجتماعی محاذ پر جو لوگ کام کر رہے ہیں ان سے پوچھیے کتنی کٹھنائیوں سے انہیں گذرنا پڑتا ہے۔ ساحل پر کھڑے ہو کر ڈوبنے کا تماشہ دیکھنا کوئی بہت بڑا ہنر نہیں ہے پچھلے دنوں ہماری جماعت کے کئی جواں ہمت علما نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا اور متعدد ماہناموں کے اجرا سے انہوں نے اپنی مہم کا آغاز کیا لیکن کچھ ہی دور چلنے کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ وہ اس راہ میں بالکل تنہا ہیں۔ جماعت کا کوئی خاص تعاون انہیں حاصل نہیں ہے بالآخر مسلسل پسپائیوں کی وجہ سے وہ تھک کر بیٹھ گئے اور مجبور ہو کر رسالہ انہیں بند کرنا پڑا۔ بجائے اس کے کہ جماعت کے افراد ان کی ان مشکلات کا بوجھ آپس میں تقسیم کر کے انہیں کام کا سلسلہ جاری رکھنے کی ترغیب دیتے الٹے ان کی ناکامی پر تالیاں بجانے لگے اور ان کی ناکامی ایک مثل بن گئی۔'' (جام نور کلکتہ، فروری ۱۹۶۹ء)

مولانا ملک الظفر سہسرامی صاحب نے اس درد و کرب بھری تحریر پر بڑا عمدہ تبصرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں

''پریس کی طاقت و قوت کے اظہار، اس کے ذریعے باطل افکار و نظریات کی اشاعت اور سواد

اعظم اہلسنت و جماعت کے اس حساس گوشے سے پہلو تہی کرنے کی جس قدر صحیح عکاسی علامہ علیہ الرحمہ کے حقیقت پسند قلم نے کی ہے وہ ہماری صبح وشام کا مشاہدہ ہے۔ ہمارے یہاں عرس کی دھوم دھام تو ملے گی تحقیق کا جذبہ نہیں، جلسہ وجلوس کا مذاق تو بیدار ملے گا لیکن منصوبہ بندی کی بنیاد پر ٹھوس جماعتی تحریک نہیں، فلک شگاف نعروں کا مزاج تو ملے گا، مطالعہ کا ذوق وشوق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملکی سطح پر آج تک ہم وقت کے بہت سارے سلگتے ہوئے مسئلوں کا کوئی معقول ومناسب حل نہ پیش کر سکے، اور آج وہ علمائے اہلسنت کے ناسور اور آزار کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔'' (جام نور کا رئیس القلم نمبر ص ۱۱۶)

آج سے پندرہ سال پہلے علامہ نے قلم سے متعلق مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے نام ایک تفصیلی مکتوب لکھا تھا۔ اس میں ہماری قلمی اور تحریری کوتاہیوں اور غفلتوں پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔ پوری جماعت کے خوابیدہ فکر ومزاج کو جھنجھوڑنے اور اسے مستقبل کے لیے چوکنا رہنے کا بھی درس اس میں تھا۔ جس کی سطر سطر سے علامہ کی فکر ونظر کی بلند خیالی اور قوم وملت کے لیے نیک جذبہ رکھنے والے صحافی ہونے کا، نیز اس کے ایک ایک جملے کو پڑھ کر ہم اپنی پہاڑ کے برابر غلطیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

''اس خبر سے مجھے تشویش اس لیے بھی لاحق ہوگئی ہے کہ ہماری جماعت ہر معاملے میں حساس ہے لیکن تحریر کے مقابلے میں اس کے احساس کی ٹھنڈک نقطۂ انجماد کے قریب پہنچ گئی ہے۔ مسجد، مدرسہ، درگاہ، عرس اور جلسہ وجلوس ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جسے ہماری جماعت نے مرنے سے نہ بچالیا ہو۔ سالہاسال کے تجربات شاہد ہیں کہ جب بھی ان میں سے کسی پر نزاع کا عالم طاری ہوا بالیں کے کنارے مسیحاؤں کی بھیڑ جمع ہوگئی اور ہزاروں مشکلات کے باوجود جسے بچانا تھا بچالیا گیا۔

لیکن زندگی کی سرفرازیوں کا نقشہ تیار کرنے کے لیے جس نے بھی قلم ہاتھ میں لیا اسے اس خار زار وادی سے تنہا گذرنا پڑا۔ کسی نے اس کا کرب تقسیم نہیں کیا چوٹ کھا کر گرنے کا تماشہ سب نے دیکھا لیکن زخموں پر تسکین کا مرہم رکھنے کی توفیق کسی کو نہیں ہوئی۔ کسی نے محسوس نہیں کیا کہ جو خونِ جگر ہر ماہ تحریروں کے نقوش میں جذب ہو رہا ہے وہ سوکھ گیا تو قلم کی روشنائی کہاں سے آئے گی؟ کون احساس کی نبض کو گرم رکھے گا؟ کون فکر کے دریچے کھولے گا؟ کون جذبے کو نئی توانائی عطا کرے گا؟ اور کون کاروانِ ہمت کو جادہ پیمائی کے لیے آمادہ کرے گا؟ یہ ساری ضرورتیں چارہ گروں کو آواز دیتی رہیں اور وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں اور اکھڑی ہوئی سانسوں کا تماشہ دیکھتے رہے۔ بالآخر فکر وآگہی کا ایک سفینہ اپنے ہی ناخداؤں کی نظروں کے سامنے ڈوب گیا۔

آپ ہر ماہ اسی طرح احساس کی مردہ رگوں پر نشتر چلاتے رہیے کہیں سے تو زندگی کا سوتا پھوٹے گا، کبھی تو جذبات کی سطح سے اوپر اٹھ کر سوچنے والے افراد پیدا ہوں گے۔ تحریر کی ساحری کا رنگ اگرچہ دیر میں نکھرتا ہے لیکن اگر نکھر گیا تو صدیوں تک وہ اسی آب وتاب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ اس کی زندہ مثال دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کا مطالعہ کیجئے۔ ان کی زندگی میں ''چند

کتابے دوات و قلمے'' کے سوا تقریر و خطابت کی کوئی گھن گرج آپ نے دیکھی ہے؟ راویوں کے بیان کے مطابق تین سو ساٹھ دنوں میں سے صرف تین دن مواعظ کے لیے مخصوص تھے باقی سارے ایام کی مصروفیات قرطاس وقلم کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے مجلدات کی صورت میں اپنے علوم و معارف کے خزائن کا ہمیں وارث نہ بنایا ہوتا تو آج ہم پوری دنیا میں سر اٹھا کر کیسے چلتے؟ ان کی تحریروں کے گنج ہائے گرانمایہ ہمارے پاس نہ ہوتے تو اپنے وقت کا ابوحنیفہ، غزالی اور رازی کہنے کے لیے ہمارے پاس کونسی دستاویز تھی؟ اور عقل بے مایہ کو انگشت بدنداں رہنے دیجئے کہ مسلک اہل سنت کے نام سے امتیاز حق و باطل کا ایک عالمگیر انقلاب جس کے مبارک و مسعود آثار آج بحروبر کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ تنہا ایک شخص کے قلم کا برپا کیا ہوا ہے۔ اپنی تلخ نوائی کی معذرت چاہتے ہوئے اس مقام پر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ہمیں لوح وقلم کا وارث بنایا تھا اور ہم نصف صدی سے صرف منبر کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اس کا انجام یہ ہے کہ اب اہل قلم ہماری جماعت میں نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی مفکر کو دیکھنے کے لیے ہماری آنکھیں ترس گئی ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب بھی ہوا میں تحلیل ہو جانے والے الفاظ کی بنیاد پر زندہ نہیں رہا ہے جب تک اس کی پشت پر فکر انگیز لٹریچر نہ ہو نہ اسے استحکام حاصل ہوسکتا ہے اور نہ نسلوں میں منتقل ہوسکتا ہے۔'' (ماہنامہ حجاز جدید دہلی، مارچ ۱۹۸۹ء)

آج ہمیں علامہ کے ان جواہر پاروں کو بجائے صرف دیکھنے کے ان کے پیغامات وتجاویز کو عملی جامہ پہنانا ہوگا۔ اگر صحیح معنوں میں ان گذارشات پر ہم نے عمل کرلیا اور قلمی میدان میں بڑی تیز رفتاری دکھانے کی کوشش کرلی نیز لٹریچر کو علمی اور اصلاحی پہلوؤں سے آراستہ اور پرکشش کر کے بین الاقوامی سطح پر پہنچا دیا اور وضاحت کے ساتھ اپنے عقاید و معمولات کو اقوام عالم کے سامنے رکھ دیا تو ان شاء اللہ العظیم باطل اور طاغوتی قوتیں خود ہی سرنگوں ہو جائیں گی۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خواہ مخواہ کی خوش فہمیوں کے خول سے باہر نکل کر اور اتحاد و اتفاق کا دامن مضبوطی سے تھام کر اعتدال کے ساتھ کام کرنے لگ جائیں۔ بدظنی کا قلع قمع کردیں جب ایسا ہو جائے گا تو ضرور کامیابی ہمارا قدم چومے گی اور عمدہ نتائج برآمد ہوں گے۔

درجنوں اقتباسات ہیں جو علامہ کے مفکرِ دین وسنیت اور قائد ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ صدیاں گذر جاتی ہیں زمانہ کروٹیں بدلتا ہے تب کہیں جا کر ملت کو ایسے ہیرے اور جواہر ملا کرتے ہیں جو اپنے پورے عہد کو متاثر کرتے ہیں۔ علامہ کو معلوم تھا کہ نوجوان نسل اگر اپنا رشتہ قلم سے جوڑے گی تو نہ جانے کتنے لوہے کی تلواریں لے کر آنے والے ان قلمی شمشیریں اٹھانے والوں کے آگے جھک جائیں گے اور یہ جادۂ حق کی طرف قوم وملت اسلامیہ کو گامزن کر کے باطل کے حربوں سے انہیں بچالیں گے۔ اور جہاد بالقلم سے کئی ایک فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ واللہ ھو الموفق والمعین وبہ نستعین۔

میرے رضا کا پاکستان (قسط دوم)

از: محمد زبیر قادری

اردو بازار میں مکتبہ ضیاء القرآن سے فارغ ہوکر ہم دوبارہ وقار ہاشمی صاحب کی گاڑی میں آبیٹھے۔ صبیح صاحب نے سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کے کمرشیل علاقے میں گاڑی رکوائی اور وقار صاحب کو رخصت کرکے مجھے اپنے ہمراہ ٹرسٹ انٹر پرائزز کے آفس میں لے آئے۔ ٹرسٹ انٹر پرائزز کے مالک ارشاد قریشی صاحب برادرم صبیح رحمانی کے زبردست فین ہیں۔

صبیح رحمانی صاحب نے ارشاد صاحب سے میرا بڑا اچھا تعارف کروایا۔ اُن کے آفس کے ریک میں چند دینی کتابیں، نعتیہ مجموعے اور صبیح رحمانی صاحب کے مرتبہ نعت رنگ کے کئی شمارے نظر آئے۔ ارشاد قریشی صاحب نے مجھے صبیح رحمانی صاحب کے دوست کی حیثیت سے وہی مرتبہ دیا جو کہ وہ اُن کو دیا کرتے ہیں۔ اُن کا ملازم فوراً ہی چائے اور دیگر لوازمات لیکر حاضر آیا۔ اور پھر بعد میں انہوں نے ظہرانہ سے بھی ہمیں شاد کام کیا۔

صبیح رحمانی صاحب نعتیہ ادب میں مہارت کے علاوہ بھی بہت اچھے ناقد ہیں۔ وہ ہر کسی پر بہت اچھی تنقید کرتے ہیں۔ اور اُن کا انداز اتنا پیارا ہوتا ہے کہ جس پر تنقید کی جائے اُسے بھی بُرا محسوس نہیں ہوتا۔ وہ ہماری جماعت کے حالات اور رویے سے ناخوش ہیں۔ چونکہ اُن کا کام خالصتاً عشق رسول کے حاملین کا ہے مگر اس کام میں اُن کی معاونت زیادہ تر گستاخانِ رسول کے گروہ سے وابستہ لوگ کررہے ہیں۔ اس لیے وہ اکثر ہماری جماعت کے قلم کاروں سے شکوہ کناں رہتے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ وہ ''نعت رنگ'' کا مولانا احمد رضا نمبر شایع کرنے جارہے ہیں۔ اس سلسلے میں انھیں جماعتِ اہل سنت سے بھرپور تعاون نہیں ملا۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ٹھوس علمی و تحقیقی مضامین نہیں آئے۔ صرف کچھ لوگ مستقل تعاون کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اور اعلان ہوتے ہی مضامین بھیج دیا کرتے ہیں۔ صبیح صاحب نے علامہ کوکب نورانی صاحب کو ایک دیوبندی کا ردِ اعلیٰ حضرت پر لکھا مضمون دیا۔ جس میں اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر بے جا اعتراضات کیے گئے تھے۔ اور اُن سے جواب تحریر کرنے کو کہا۔ حضرت علامہ اس کے جواب کی تیاری میں مشغول تھے۔

ارشاد قریشی صاحب کے دفتر میں موجودگی کے دوران صبیح صاحب کو کئی فون آئے اور انہوں نے بھی اپنے کئی احباب کو فون کیے۔ وہ فون پر گفتگو کرنے والے ہر فرد سے احقر کا تعارف کرواتے جاتے کہ

میرے ساتھ اس وقت ممبئی، انڈیا کے زبیر قادری صاحب موجود ہیں۔ یہ وہاں ایک بہترین پرچہ "افکار رضا" شائع کرتے ہیں۔ لیجیے ان سے بات کیجیے۔ اس طرح احقر کو کئی بڑی بڑی ہستیوں سے گفتگو کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح مختلف امور پر بات چیت کرتے کرتے شام ہوگئی۔

پھر صبیح صاحب مجھے اپنے ہمراہ لیے مولانا کوکب نورانی صاحب سے ملاقات کے لیے مسجد گلزار حبیب گئے۔ صبیح صاحب کو مولانا سے اُن کے مضمون کے بارے میں دریافت کرنا تھا جو وہ نعت رنگ کے لیے لکھ رہے تھے۔ وہ بتا رہے تھے کہ اُن کا رسالہ صرف مولانا کے مضمون کی وجہ سے لیٹ ہو رہا ہے۔ مسجد میں مولانا نے اپنے مضمون کا پرنٹ آؤٹ نکال کر صبیح صاحب کو دیا کہ وہ ایک نظر دیکھ بھی لیں اور تصحیح بھی کرلیں۔ وہاں مختصر سی نشست رہی پھر ہم دونوں رخصت ہو کر اپنی اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے۔

پاکستان لمحہ بہ لمحہ رو بہ زوال ہے۔ جو پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا وہاں کی عوام کو اسلام سے اس قدر دور کر دیا گیا ہے کہ لوگوں کا صرف ظاہر مسلمان نظر آتا ہے۔ آج پاکستان ہی کیا دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کا جائزہ لیں تو آپ کو یہی نظر آئے گا کہ اُس اسلامی ملک میں نام نہاد مسلمانوں کی حکومت ہے' اسلامی حکومت نہیں ہے۔

موجودہ پاکستانی حکومت کے کارناموں میں سے چند کی تفصیل اس طرح ہے۔ اسکولی نصاب سے طریقۂ نماز کا اخراج ...... مساجد میں جمعہ کے بیانات پر پابندی ...... لفظ اسلام پر پابندی، اور ان پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے والے علما کو بطور نذرانہ جیل کی صعوبتیں۔ یہاں مَیں نے دیکھا کہ کراچی شہر کی دیواروں پر امریکہ کے خلاف لکھے گئے نعروں کو سفیدی پھیر کر مٹا دیا گیا۔ اور یہ اقدامات صرف اور صرف امریکی آقاؤں کی خوش نودی کے لیے کیے گئے۔ بھلے ہی اہلِ ایمان کا نقصان کیوں نہ ہو۔

پاکستانی معاشرہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ پاکستان میں دعوتِ طعام کو ہی دیکھ لیں تو عالم و جاہل ایک ہی صف میں کھڑے بوفے (Buffet) طریقہ پر کھانا کھاتے نظر آئیں گے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا نہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا اور کاغذی رومال (Tissue Paper) سے ہاتھ پونچھ کر پھینک دینا وہاں لوگوں کی عادت میں شامل ہوگیا ہے۔ شادی بیاہ و دیگر تقاریب کے کھانوں پر اس قدر اسراف کیا جاتا ہے کہ حکومت نے ان کھانوں پر پابندی عاید کردی ہے۔ طاغوتی طاقتوں نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور ہم نے انھیں کامیاب کردیا۔ آج وہاں عوام تو عوام خواص بھی مغربی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں اس میں عالم و غیر عالم کی تخصیص نہیں، اِلّا ماشاء اللہ۔ کیا ہم میں اتنی بھی سمجھ داری باقی نہیں رہی۔

ان اسلامی ممالک میں اسلام دشمن طاقتوں کا خاص نشانہ نوجوان نسل ہے۔ پاکستان نے آج کسی اور معاملہ میں بھلے ہی ترقی نہ کی ہو لیکن یہاں نوجوانوں کو لہو ولعب میں ملوث کرنے والے آلات نے بڑی

تیزی سے ترقی کی ہے۔ آج نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ٹی وی اور انٹرنیٹ ہے۔ یہاں کمپیوٹر نہایت ارزاں قیمتوں پر دست یاب ہیں اسی لیے گھر گھر میں لوگوں نے کمپیوٹر سیٹ لے رکھے ہیں۔ حالانکہ اسے ترقی کا نام دیا جاتا ہے لیکن اس کا نوے فی صد استعمال منفی کاموں کے لیے ہی ہورہا ہے۔ وہاں ہر جگہ ایسے سائبر کیفے موجود ہیں جہاں نوجوان طبقہ بند کیبن میں انٹرنیٹ پر اخلاق باختہ ویب سائٹس یا کمپیوٹر پر فحش فلمیں دیکھ سکتا ہے۔ نوجوان طبقہ انڈین فلمی ستاروں کا عاشق اور اُن کی سُنتوں پر عمل کرنے میں کوشاں نظر آتا ہے۔

جہیز کی لعنت کی بنا پر اکثر گھرانوں میں لڑکیاں شادی کے انتظار میں بیٹھی رہ جاتی ہیں۔ ظالمانہ زمین دارانہ نظام، وراثت میں حصہ دینے سے بچنے کے لیے لڑکیوں کی قرآن سے شادی، عزت و ناموس کے نام پر خواتین کا قتل، دن دہاڑے لوٹ مار، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، جسم فروشی، کالا بازاری وغیرہ ہر طرح کی برائیاں یہاں کے معاشرے کا حصہ ہیں۔ رشوت اس قدر عام ہے کہ باہر سے آنے والے مسافروں کو ہر ہر قدم پر اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وہاں کے اخبارات پڑھ کر دماغ چکرا جاتا ہے کہ یا الٰہی اگر اسلامی ملک ایسے ہوتے ہیں تو اس سے غیر اسلامی ملک میں رہنا بہتر ہے۔ یہاں مسلمانوں کے ہی ہاتھوں اسلام کی پامالی ہورہی ہے۔ حال ہی میں روزنامہ اخبار جنگ میں ایک خبر دیکھ کر دنگ رہ گیا ''ڈاکوؤں نے مسجد میں گھس کر امام اور مصلیوں کو لوٹ لیا''۔ کیا مسلمانوں کے ضمیر اس قدر مردہ ہوگئے ہیں کہ اللہ کے گھر میں بھی ڈکیتی سے باز نہیں آتے؟ اس طرح کے افعال میں ملوث بھلے ہی چند لوگ کیوں نہ ہوں مگر معاشرہ کی بدنامی کے اسباب کا تدارک کرنا ہم سب پر ہی لازم ہے۔

میری اس تحریر سے پاکستانی بھائیوں کو یقیناً بُرا تو محسوس ہوگا کیونکہ اس طرح کی خرابیاں ہر معاشرہ میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اسلام کے نام پر حاصل کیے ہوئے ملک میں ایسی خرابیاں دیکھ کر دل برداشتہ ایسی باتیں نکل ہی جاتی ہیں۔ میرا مدعا پاکستانیوں پر کیچڑ اچھالنا نہیں۔ لیکن وہاں ہونے والے افعال بتابتا کر ہمیں یہاں پاکستان کا مطلب بتایا جاتا ہے تو خود ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

اہل سنت کے علما، مشائخ، تنظیمیں، ادارے ہر سطح پر اسلام کی ترویج و اشاعت میں سرگرم ہیں۔ لیکن سب کی مرکزِ توجہ و مقصود بدمذہبوں کی سرکوبی ہے اور یہی طاغوتی طاقتوں کا منشا بھی ہے۔ وہاں بے دین جماعتوں کو اتنا پروان چڑھایا گیا ہے کہ اہل سنت کا سارا وقت و طاقت ان کے ردّ و ابطال میں ہی گزر جاتا ہے۔ ایسے میں اصلاح کی کوئی کوشش ہوتی بھی ہے تو اس کے نتائج بہت معمولی برآمد ہوتے ہیں۔ ایک طرف موجودہ اور آنے والی نسلیں بدمذہب جماعتوں کی یلغار سے کنفیوژن کا شکار ہیں تو دوسری طرف ان کو

اس قدر لہو ولعب میں ملوث کردیا جارہا ہے کہ ایمانی غیرت وحمیت مفقود ہوتی جارہی ہے۔ ہم تو رب کریم سے دعا ہی کرسکتے ہیں کہ۔

میری آنے والی نسلیں تیرے عشق ہی میں مچلیں انہیں نیک تم بنانا مدنی مدینے والے

اگلا دن اعزا سے ملنے میں گزرا۔ لیکن شام کو افکارِ رضا کے ایک معتقد محمد ظہیر قادری صاحب' احقر سے ملاقات کا شدت سے تقاضہ کرنے لگے۔ افکارِ رضا کے حوالے سے وہ گذشتہ چند سالوں سے مجھے جانتے تھے۔ موبائل پر بات ہوئی تو وہ کسی بھی سہولت کی جگہ ملاقات کے لیے تیار ہوگئے۔ مَیں رات ۹ بجے سرجانی ٹاؤن میں ملاقات کے لیے راضی ہوگیا۔ اور رات ۹ بجے سے ان کا انتظار کرنے لگا۔ آدھ گھنٹہ گزر گیا جب وہ نہیں آئے تو مَیں نے دوبارہ انھیں موبائل پر رابطہ کیا۔ وہ کہنے لگے بس تیار ہوکر ابھی آرہا ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد اُن سے رابطہ کیا کہ بھئی آپ کب پہنچ رہے ہو مجھے یہاں سے تھوڑی دیر میں اپنی قیام گاہ پر جانا ہے۔ تب انھوں نے پانچ منٹ کا کہا۔ اور تھوڑی دیر میں کرتا، پائجامہ اور سر پر ٹوپی لگائے ایک چھریرا نوجوان میرے سامنے حاضر ہوگیا۔ اُس نے والہانہ عقیدت سے مصافحہ و معانقہ کیا۔ پھر بات چیت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

گفتگو کے دوران اُن کے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ مَیں افکارِ رضا کے ایڈیٹر کی شخصیت کو کچھ اور ہی سمجھا ہوا تھا کہ کوئی بزرگ سے لحیم شحیم شخص اسلامی لباس مَیں ہوں گے۔ اور مَیں اکثر پتلون قمیص میں رہتا ہوں۔ اس لیے ملاقات کی غرض سے آنے سے قبل مَیں اپنا کرتا پائجامہ استری کر کے تیار ہورہا تھا۔ لیکن آپ کو دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ احقر نے کہا اس میں احقر کا کچھ کمال نہیں۔ بس یہ سب اللہ کی شان ہے کہ وہ تنکے سے بھی بڑے بڑے کام لے لیتا ہے۔ اور مجھ جیسے نااہل اور کمینوں کو بھی دین کی خدمت کا موقع مل جاتا ہے۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔

ظہیر قادری صاحب سے مل کر بے حد خوشی ہوئی کہ یہ شخص اپنی بساط بھر دین کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ انھیں حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قادری سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ اور انہوں نے حضرت کے نام پر "بزمِ شاہ تراب الحق" قائم کی ہے۔ جس کے تحت نوجوانوں اور عوام الناس کی اصلاح و تربیت کے لیے چھوٹے چھوٹے کتابچے شایع کرکے تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

ظہیر بھائی بے دینوں اور گم راہ گروں سے دینی معاملات میں بحث کرکے انھیں لاجواب کرنے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر اُن کی اسٹڈی خوب ہے۔ وہ دلائل سے اپنی بات اغیار پر اپنی بات ثابت کرتے ہیں۔...... ہماری گفتگو طویل ہوتی گئی اور وقت ہاتھ میں سے ریت کی طرح پھسلتا گیا۔ کافی دیر بعد احساس ہوا اور ہم نے نشست برخاست کردی۔ (باقی آیندہ...... ان شاء اللہ)

رضا نامے

○ خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد، پاکستان

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ○ جمادی الاوّل تا رجب المرجب ۱۴۲۶ھ پر تبصرہ حاضر ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	درست
3	۶	ابوحنیفہ	ابوحنیفہ
4	۱۸	المکیہ	المکیۃ
4	۲۰	کادمنا	کادِمنا
5	۲	صراحۃ	صراحۃً
5	۵	واحد اربعۃ	؟؟؟
5	۷	ترکمہ	ترجمہ
7	۱۵	رحمتہ اللہ	رحمۃ اللہ
11	۱۱	کرو بیٖن	کروبیّین
14	۷	کہ کہ	کہ
15	۱۱	الا ببلاغ	الاابلاغ
18	آخر سے ۳	عنہ	عنہ
19	۲۵	بھلا جو اپنا آقا و مولیٰ کی اس طرح زبان وقلم سے گن گاتا رہا	بھلا جو اپنے آقا و مولیٰ کے اس طرح زبان وقلم سے گن گاتا رہا
21	۱۱	کفرہ ھولاء الطواف	کفر ھولاء الطواف
21	۲۵	فرض اجل وجزے ایقان ہے	فرض اجل وجزءِ ایمان ہے
22	۷	محمدٍ	محمدٌ
22	۷	ولکن رَسُوْلَ اللہ	ولکن رَّسُوْلَ اللہ
22	۸	النَّبِیِّن	النَّبِیّٖن
22	۱۷	رسولوں کی ہوئی	رسولوں کی ہوتی رہی [محبانِ رضا کو حدائق بخشش کا کچھ تو خیال کرنا چاہیے]
27	۳	عن الھوان	عن الھویٰ اِنْ
27	۳	ولکم	لقد کان لکم
28	۱۲	جذبے دروں	جذبِ دروں

34	۳	العطایاالنبویہ فی الفتاوی الرضویہ	العطایاالنبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ
34	۴	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ	الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ
34	۱۳	علم ،کلا،	علم ،کلام،
34	۲۵	ساراعالم ماکان	ساراعلم ماکان
35	۶	حیات الموٰۃ	حیات المواۃ
37	۲	والزیارت	والزیارۃ
37	۱۶	محرم کے غلط رسول	محرم کے غلط رسوم
38	۱۴	سجدہ تحیت	سجدہ تحیۃ
39	۲۴	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ	الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ
40	۱	امام مسجد الحرام	امام المسجد الحرام
40	۴	فی الاحکام	فی احکام
40	۱۴،۱۳	تفضلیت	تفضیلیت
40	۲۰	فی ابانۃ سبقتہ العمرین	فی ابانۃ سبقۃ العمرین
42	۱۱	دارلاسلام	دارالاسلام
44	آخر سے ۳	آپ نے نے	آپ نے
45	۳،۲	دَول	دِوَل/ دُوَل
46	۱۳	آپ کی تصیفات	آپ کی تصنیفات
47	۲۰	الکفل الفقیہ	کفل الفقیہ
50	۱۷	بدالدین	بدرالدین
66	۱۸	لکتاب المقدس	الکتاب المقدس
68	آخری	یوروپ	یورپ
71	آخری	متصدقہ	مصدقہ
72	۲۴	بادِ سموم دمبدم ترقی کررہا ہے	بادِ سموم دمبدم ترقی کررہی ہے
98	۴	عیسائیت قبول کرلیا ہے	عیسائیت قبول کرلی ہے
99	آخر سے ۲	Tiimes	Times

مضامین کے افکار و نظریات سے متعلق میری رائے:

۱۔ اس شمارے کو آپ نے محترم رانا صاحب کے مرتب کردہ "اثر ابن عباس کا صحیح مفہوم" سے شروع

کیا ہے۔ اس کے معلوماتی اور مفید ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اس کے حاشیے کے بارے میں کوئی وضاحت ہونی چاہیے تھی جس سے علم ہوتا کہ یہ کس عبارت سے متعلق ہے۔

۲۔ اس کے بعد مجلے میں اخبار رضا کے تحت درج معلومات بھی ضروری ہیں۔ لیکن رضا اکیڈمی اسٹاکپورٹ، انگلینڈ نے اعلیٰ حضرت کی کتب کا انگریزی میں کوئی معیاری اور لائق اعتماد ترجمہ نہیں کیا۔ مثلاً ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' کا اس کی طرف سے شائع شدہ انگریزی ترجمہ بہت بُرا ہے۔ اس پر میرا تبصرہ ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، شمارہ بابت دسمبر ۲۰۰۵ء کے صفحہ ۳۸ تا ۴۱ میں شائع ہوا ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اس پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ انہیں رضا اکیڈمی کے تراجم کے معیار کا اندازہ ہو سکے۔

محترم غلام مصطفیٰ رضوی نے بھی اس اکیڈمی کی دینی و علمی خدمات کے عنوان سے صفحہ 99 تا 101 پر ان کی تعریفیں کی ہیں۔ امید ہے کہ ان کی نظروں سے میرا مذکورہ تبصرہ گذرے گا تو ان کو علم ہوگا کہ ان کے تراجم میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتب کے ساتھ کتنی زیادتی ہو رہی ہے۔ اللہ کرے اس اکیڈمی کو کوئی ایسا مترجم مل جائے جو سُنی ہو، اعلیٰ حضرت کی کتب کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو اور انگریزی زبان پر بھی کافی عبور رکھتا ہو۔ آمین

۳۔ اس کے بعد حدیث نور والے مضمون کی تصحیح کا مسئلہ کافی پیچیدہ ہے۔ اس میں اغلاط کی کثرت تو محمد نعیم برکاتی صاحب کے مضامین میں پائی جانے والی اغلاط سے بھی بڑھ گئی ہے۔ صفحہ 9 پر مذکور حدیث میں اغلاط درج ذیل میں خط کشیدہ الفاظ سے ملاحظہ فرمایئے:

صحیح	غلط
عبدالرزاق عن مَعْمَر عَنِ الزُّهْرِی عن سالم عن	عبدالرزاق عن ابن جریج عن الزهری عن
ابیه، أنه قال : رَایتُ النبی صلی الله علیه وسلم	سالم عن ابیه، انه قال : رایت رسول الله
بِعَیْنَیَّ هَاتَیْنِ و کان نُورًا کلهٗ بل نُورًا مِّن نُورِ الله	صلی الله علیه وسلم بعینین هاتین و کان
مَنْ رَآهُ (بَدِیْهَةً) هابه و من رآه مِرَارًا اِسْتَحَبَّهٗ	نوراً کله بل نوراً من نور الله ، من رآه بدیها
أَشَدَّ اِسْتِحْبَاب .	هابه و من رآه مراراً استحبه اشد استحباب

اس کے مطابق اسی صفحہ پر دیئے گئے ترجمہ میں بھی تبدیلی ہوگی۔ اس کے بعد اگلے صفحے پر دوسری حدیث کی اغلاط درج ذیل میں یوں ملاحظہ فرمائیں:

عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر ، قال : سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم، ان اوّل شئی خلقه الله تعالیٰ ؟ فقال :هو نور نبیک یا جابر، خلق الله ثم خلق فیه کل خیر و خلق بعده کل شئی ، و حین خلقه اقامه قدامه من مقام القرب اثنی عشر الف سنته ، ثم جعله اربعة اقسام، فخلق العرش و الکرسی من قسم و حملته العرش و خزنته الکرسی من قسم و اقام قسم الرابع فی مقام الحب اثنی عشر الف سنة ثم جعله ا ربعة اقسام فخلق القلم من قسم و اللوح من

قسم الجنة من قسم ثم اقام القسم الرابع فی مقام الخوف اثنی عشر الف سنة ثم جعله ۱۱ ربعة اجزاء ، فخلق الملائكة من جزء والشمس من جزء و القمر من جزء و الكواكب من جزء و اقام الجزء الرابع فی مقام الرجاء اثنی عشر الف سنة ، ثم جعله اربعة اجزاء ، فخلق العقل من جزء و العلم من جزء و الحكمة من جزء و العصمة و التوفيق من جزء و اقام الجزء الرابع فی مقام الحياء اثنی عشر الف سنة ، ثم نظر الله عزوجل اليه فترشح النور عرقا فقط منه مائة الف و اربعة و عشرون الف قطرة من نور ، فخلق الله من كل قطرة روح نبی، او روح رسول ثم تنفست ا رواح الانبياء فخلق الله من انفاسهم الاولياء و الشهداء و السعداء و المطيعين الی يوم القيامة ، فالعرش و الكرسی من نوری ، والكروبيون من نوری، والروحانيون من نوری والملائكة من نوری ، و الجنة وما فيها من النعيم من نوری ، وملائكة السموات السبع من نوری ، والشمس و القمر والكواكب من نوری ، والعقل والتوفيق من نوری ، و الشهداء والسعداء و الصالحون من نتاج نوری ، ثم خلق الله اثنی عشر الف حجاب ، فاقام الله نوری و هو الجزاء الرابع، فی كل حجاب الف سنة ، وهی مقامات العبودية والسكينة و الصبر و الصدق واليقين، فغمس الله ذلك النور فی كل حجاب الف سنة ، فلما اخرج الله النور من الحجب ركبه الله فی الارض فكان يضئی منها ما بين المشرق و المغرب كالسراج فی الليل المظلم ، ثم خلق الله آدم من الارض فركب فيه النور فی جبينه و ثم انتقل منه الی شيث و كان ينتقل من طاهر الی طيب و من طيب الی طاهر الی ان اوصله الله صلب عبد الله بن عبد المطلب و منه الی رحم آمنه بنت وهب ثم اخرجنی الی الدنيا فجعلنی سيد المرسلين و خاتم النبيين و رحمة اللعالمين و قائد غر المحجلين هكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر ۔ (سہ ماہی افکار رضا جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء، صفحہ 10)

یہاں صرف ۲۳ غلطیوں یا اختلافات کو خط کشیدہ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی قاری وقت نظر سے ایک دفعہ پھر موازنہ کرے تو اسے تقریباً اتنے ہی اختلافات اور مل جائیں گے۔ اگرچہ وہ ان سے ذرا کم درجے کے ہیں۔

اصل کتاب سے منقول حدیث یہ ہے:

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنكدر عن جابر ، قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن اوّل شيء خلقه الله تعالیٰ؟ فقال : هو نور نبيک يا جابر خلقه الله، ثم خلق فيه كل خير، وخلق بعده كل شيء، وحين خلقة اقامه قدامه من مقام القرب اثنى عشر ألف سنة، ثم جعله أربعه أقسام فخلق العرش/ والكرسي من قسم: وحملة العرش وخزنة الكرسي من قسم، و أقام ا لقسم الرابع في مقام الحب اثنى عشر ألف، ثم جعله أربعة أقسام فخلق القلم من قسم، و اللوح من قسم، و الجنة من قسم، ثم أقام القسم الرابع فی مقام الخوف اثنى عشر ألف سنة جعله أربعة

أجزاء فخلق الملائكة من جزء، والشمس من جزء، والقمر والكواكب من جزء، و أقام الجزء الرابع فى مقام الرجاء اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعه أجزاء، فخلق العقل من جزء والعلم و الحكمة و العصمة والتوفيق من جزء وأقام الجزء الرابع فى مقام الحياء اثني عشر ألف سنة، ثم نظر الله عزوجل إليه فترشح النور عرقا فقطر منه مائة ألف وأربعة. [وعشرون ألف وأربعة آلاف] قطرة من نور، فخلق الله من كل قطرة روح نبي، أو روح رسول ثم تنفست أ رواح الأنبياء فخلق الله من أنفاسهم الأولياء و الشهداء والسعداء والمطيعين إلى يوم القيامة، فالعرش و الكرسى/ من نوري، والكروبيون من نوري والروحانيون والملائكة من نوري، والجنة وما فيها من النعيم من نوري، وملائكة السموات السبع من نوري، والشمس والقمر والكواكب من نوري، والعقل والتوفيق من نوري، وأرواح الرسل والأنبياء من نوري، والشهداء والسعداء والصالحون من نتاج نوري، ثم خلق الله اثني عشر ألف حجاب، فأقام الله نوري وهو الجزء الرابع، فى كل حجاب ألف سنة، وهى مقامات العبودية والسكينة والصبر والصدق واليقين، فغمس الله ذلك النور فى كل حجاب ألف سنة، فلما أخرج الله النور من الحجب ركبه الله فى الارض فكان يضيء منها ما بين المشرق والمغرب كالسراج فى الليل المظلم، ثم خلق الله آدم من الأرض فركب فيه النور فى جبينه، ثم انتقل منه إلى شيث وكان ينتقل من طاهر إلى طيب و من طيب إلى طاهر، إلى أن أوصله الله صلب عبدالله بن عبد المطلب ومنه إلى رحم أمي آمنه بنت وهب ثم أخرجني إلى الدنيا فجعلني/ سيد المرسلين وخاتم النبيين ورحمة للعالمين وقائد الغر المحجلين وهكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر۔ الحافظ الكبير أبي بكر عبد الرزاق (ت ۲۱۱ھ)، المصنف، (بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۵ھ)، ص ۶۳۔۶۶. اس مضمون میں مزید اغلاط کی طرف مندرجہ بالا فہرست میں اشارہ کردیا گیا ہے۔اس تصحیح میں محترمی رانا خلیل صاحب نے خود بھی تعاون فرمایا، وہ میرے شکریے کے مستحق ہیں۔

۴۔ غلام مصطفیٰ قادری صاحب کا مقالہ بہت عمدہ ہے لیکن کثرتِ اغلاط نے اسے میرے لیے کچھ بدمزہ بنا دیا ہے۔ مثلاً صفحہ 19 کی سطر ۱۷ تا ۱۸ میں: ''...چھوٹے انسان کے گستاخیاں بھرے جملوں کا ردّ وطرد و بھی فرمایا اور پر کفر کا فتویٰ صادر کیا''۔ یہ جملہ کیسا ہے؟ اسی طرح صفحہ 20 کی ایک عربی عبارت: ''ليس على الله بمستنكران يجمع العالم واحد'' میں بھی غلطی ہے۔ یہ اُن کا سہو ہے یا کاتب کا کمال؟ اسی صفحہ 21 کے عربی پیراگراف کا آخری جملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ایک الجھا ہوا اردو جملہ صفحہ 22 سطر ۵۔۶ کا یوں ہے: ''...علما اہل سنت کی تصانیف بالخصوص تصانیف رضا کو سہل انداز میں دنیا بھر میں پہنچائی جائے۔'' یہ بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آیندہ زیادہ محتاط رویہ اپنایا جائے۔ اس سے اگلی سطر میں قرآنی آیت میں تین واضح اغلاط اور ''قرنوں بدلی رسولوں کی ہوئی'' پڑھ کر تو ایک دھیمے مزاج کے قاری کا غصہ بھی مشکل سے سنبھالا جا سکے گا۔ براہ

کرم غلطیوں کے اس طوفان کا کوئی حل نکالیں۔

۵۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری کا مقالہ بہت مفید اور معلوماتی ہے۔ اس کے اہم نکات کی افادیت سے شاید ہی کوئی انکار کرے گا۔ اس مضمون میں پائی جانے والی اغلاط کو صرف ایک دفعہ پڑھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ میں یہاں صرف ایک نقص کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا۔ صفحہ 32 پر کتابیات کے تحت، نمبر ۹ پر مجلہ فکر ونظر شمارہ جولائی تا ستمبر کا حوالہ دیا ہے۔ اس مجلّہ کو جاری ہوئے تقریباً پچیس سال ہو گئے ہیں۔ اس دوران کتنے جولائی تا ستمبر کے شمارے آئے ہوں گے۔ اگر اس کے ساتھ سن نہ لکھا جائے تو مجھ جیسا طالب علم کیسے اس تک پہنچ سکے گا؟

۶۔ ڈاکٹر غلام غوث قادری صاحب کا مقالہ بہت جامع ہے۔ انہوں نے تو دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ وہ قارئین جن کا مطالعہ اعلیٰ علیہ الرحمۃ کے بارے میں ایک مبتدی کا سا ہے۔ ان کے لیے یہ مقالہ انتہائی مفید ہوگا۔ اللہ انہیں اسی طرح کی کاوشوں کی مزید توفیق دے۔ اس مقالہ میں غلطیاں بہت کم ہیں۔ کچھ کی طرف اوپر دی گئی فہرست میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

۷۔ اس کے بعد برادرم محمد طیب خان، فاضل جامعہ نظامیہ لاہور اور اب متعلم انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی شعبہ تخصص فی الحدیث کا ترجمہ شدہ مضمون آپ نے میری گذارش پر شائع کیا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ

۸۔ باقی کے دو مضامین اور ان کے لکھنے والے اس حوالے سے لائق تحسین ہیں کہ انہوں کچھ لکھا تو ہے۔ ہمارے ہاں تو قلم کاروں کی شدید قلت ہے۔ کئی کئی سالوں کے تجربہ کار اپنے اپنے شعبے سے متعلقہ علوم کو سینوں سے لگائے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ انہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق مل جائے! کہ اپنے حصے کا علم تو صفحہ قرطاس پر منتقل کر جائیں۔

۹۔ صفحہ 74 تا 87 پر آپ نے میرے سابقہ تبصرے کو جگہ دی۔ معلوم نہیں قارئین اور کاتبین کو یہ اچھا لگا یا بُرا؟ امید ہے کہ وہ میری اس جسارت پر اظہار خیال فرمائیں گے۔ کہیں مجھ سے خطا سرزد ہوگئی ہے تو وہ بھی میری اصلاح کریں گے۔

۱۰۔ ''میرے رضا کا پاکستان'' کا جو سلسلہ آپ نے شروع کیا ہے اسے نہ صرف جاری رکھیں اور تکمیل تک پہنچائیں بلکہ اس میں ذیلی عناوین کا بھی اہتمام کریں۔

۱۱۔ محترم ومکرم غلام مصطفیٰ قادری رضوی نے میری ترجمہ شدہ کتاب پر تبصرہ فرماتے ہوئے مجھے ''محقق اہل سنت'' کا لقب دیا ہے۔ میرے حق میں یہ لقب استعمال کرنے والے وہ پہلے کرم فرما ہیں۔ یہاں پاکستان میں بھی بعض احباب نے مجھے ''پروفیسر، سکالر، علامہ وغیرہ'' کے ٹائٹل لگانے چاہے ہیں لیکن میں نے دو تین بار بذریعہ خط ان سے گذارش کی کہ مجھے ایسی چیزوں سے معاف فرمائیں۔ لہٰذا تمام کرم فرماؤں سے، ادب سے گذارش ہے کہ مجھے ایسے القابات سے دور رکھیں۔ میں عاجز نہ تو محقق ہوں اور نہ مجھے ان القابات کو حاصل کرنے کا شوق ہے۔ میں محض ایک طالب علم ہوں اور ساری زندگی ایک طالب علم رہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں طلب علم اور خدمت

علم کے راستے میں ہی زندگی تمام ہو۔ اور بس! امید ہے کہ وہ میری اس چھوٹی سی تمنا کو ضرور پورا کریں گے۔

اس تبصرے میں شامل فہرست اغلاط کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں دارالعلوم حنفیہ ضیاء القرآن اسلام آباد میں میرے مدرس ساتھی احسان الحق قریشی صاحب نے ہاتھ بٹایا۔ اس پر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آخر میں آپ سے گذارش ہے کہ میں نے حضور اعلیٰ حضرت کی کتب کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا ہے۔ امید ہے ایک کتاب بہت جلد ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی طرف سے شائع ہو جائے گی۔ یہ ایک بہت ضروری اور کافی مشکل کام ہے۔ اس لیے آپ نہ صرف میرے لیے برکت و استقامت کی دعا فرمائیں گے بلکہ آئندہ افکار رضا پر تبصروں سے بھی اجازت عنایت فرمائیں گے۔ والسلام

○ خلیل احمد رانا، جہانیاں منڈی، خانیوال، پاکستان

سہ ماہی'' افکار رضا'' ممبئی، جلد ۱۱، شمارہ نمبر ۳ بابت جمادی الاول تا رجب ۱۴۲۶ھ/ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء بہت تاخیر سے موصول ہوا، شکریہ، تمام مضامین معیاری ہیں، ابتدا میں امام مظلوم امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں علامہ بدر القادری (ہالینڈ) کی لکھی ہوئی منقبت بہت اچھی ہے، راقم نے امام اعظم کو امام مظلوم اس لیے لکھا کہ آپ نے دین متین کی حفاظت کے لیے، بہت دکھ جھیلے اور آخر شہادت کا رتبہ پایا۔

سب سے پہلے بنوامیہ کی طرف سے عراق کے گورنر یزید بن ہبیرہ نے امام صاحب کو عہدہ قضا کی پیشکش کی کہ آپ یہ عہدہ قبول کرلیں، آپ نے فرمایا کہ یہ تو بڑی بات ہے اگر مجھے کہا جائے کہ میں اس حکومت کے لیے مسجد کے دروازے گن دوں تو میں اس کے لیے بھی تیار نہیں، مروان کا گورنر ابن ہبیرہ یہ سن کر مارے غصہ کے جہنم کی طرح بھڑک اٹھا اور طیش میں آکر سر دربار قسمیں کھا کھا کر اعلان کرنے لگا کہ اگر اس نے اس خدمت کو قبول نہ کیا تو میں اس کے سر پر کوڑے مارکر رہوں گا، لیکن امام صاحب بڑے اطمینان سے فرمارہے تھے کہ دنیا میں اس کے مار لینے کو میں آخرت کے آہنی گرزوں کی مار سے آسان خیال کرتا ہوں۔ فرعون صفت ابن ہبیرہ غصہ کے مارے چیخا کہ اس شخص کے سر پر مسلسل بیس کوڑے مارے جائیں۔ امام کا سر کھلا تھا اور کوڑے پے درپے اس مقدس سر پر پڑ رہے تھے۔ امام خاموش کھڑے یہ ظلم برداشت کرتے رہے، آخر کار یہ تاریخی جملے امام صاحب کی زبان حق ترجمان سے ادا ہوئے کہ!

''یاد رکھ! (ابن ہبیرہ) ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تو بھی کھڑا کیا جائے گا اور تیرے سامنے جس قدر آج میں ذلیل کیا جارہا ہوں اس سے کہیں زیادہ ذلت کے ساتھ تو خدا کے دربار میں پیش کیا جائے گا...... ابن ہبیرہ تو مجھے دھمکاتا ہے حالانکہ میں شہادت دے رہا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، دیکھ! میرے متعلق تجھ سے بھی پوچھا جائے گا، اس وقت بجز سچی بات کے تیرا کوئی جواب نہ سنا جائے گا۔''

آخری فقرہ سن کر ابن ہبیرہ کا چہرہ فق ہوگیا اور گھبرا کر جلاد کو اشارہ کیا کہ بس کرو، اس کے بعد امام

صاحب کو قید خانے میں ڈال دیا گیا، سرکاری علما نے آپ کو سمجھانا چاہا کہ آپ یہ عہدہ قبول کرلیں، آپ نے فرمایا کہ میں اس عہدہ کو کیسے قبول کرسکتا ہوں جس میں وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے اور میں اس پر مہر لگاؤں، خدا کی قسم میں اس میں اپنے آپ کو شریک نہیں کرسکتا، آخر آپ کو قید سے رہا کردیا گیا، آپ قید سے چھوٹتے ہی دارالامن مکہ مکرمہ چلے گئے اور بنی اُمیہ کی حکومت ختم ہونے تک وہاں سے واپس بغداد نہ آئے۔

اس کے بعد دوسرے عباسی خلیفہ المنصور نے آپ کو منصب قضا قبول کرنے کے لیے اصرار شروع کیا، آپ نے فرمایا "خدا کی قسم میں یہ (عہدہ) ہرگز ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ منصور عباسی یہ جواب سن کر آپے سے باہر ہوگیا اور غصہ سے پھنکارتے ہوئے امام صاحب کو خوب برا بھلا کہا۔ جب اس سے دل کی بھڑاس نہ نکلی تو کوڑا طلب کیا اور امام صاحب کے نحیف ونزار جسم پر اپنے مضبوط ہاتھوں سے کوڑے برسانے لگا، آخر تھک گیا، مگر امام صاحب نے اللہ کی رسی اس مضبوطی سے تھامی تھی کہ اُف تک نہ کی، امام جیسی مقدس ہستی اور وہ بھی عمر کے اس حصہ میں جب کہ امام کی عمر ستر سال کے قریب پہنچ چکی تھی، خلیفہ منصور کا یہ انتہائی ناروا سلوک اس کی ظالمانہ فطرت کا ثبوت دے رہا ہے، اس کے بعد دیکھنے والوں نے مشرق ومغرب کے امام کو منصور کے دربار سے اس حال میں نکلتے دیکھا کہ پشت مبارک ننگی تھی، بدن پر صرف پاجامہ تھا اور ایڑیوں پر خون بہہ رہا تھا۔ (عبدالعزیز بن عصام کی چشم دید شہادت، بحوالہ حضرت برہان الدین مرغینانی۔ مناقب موفق)

ہائے علم کی یہ توہین اور جید عالم پر یہ تشدد! اے دنیا تجھ پر تف ہے، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اے آسمان تو کیوں نہ ٹوٹ پڑا، اے زمین تو پھٹ کیوں نہ گئی، لیکن چشم گردوں نے تو ابھی بہت کچھ دیکھنا تھا، اس حال میں منصور نے امام کو جیل بھیجنے کے بعد جیلر کو یہ حکم دیا کہ "امام پر سختی کی جائے اور خوب تنگ کیا جائے"۔ (مناقب موفق، ص ۱۷۳) چنانچہ "امام کے کھانے پینے پر تنگی کی گئی اور قید وبند میں بھی سختی کی گئی" (موفق، ج ۲، ص ۱۷۴)

کہتے ہیں منصور کے مسلسل تشدد سے بیزار ہوکر امام صاحب آخر میں رو رو کر اپنے رب کے حضور بہت زیادہ دعائیں کرنے لگے تھے۔ (موفق، ج ۲، ص ۱۸۲) پس نہ ٹھہرے اس کے بعد (جیل میں) چند روز یہاں تک کہ وفات پاگئے۔ (مناقب موفق، ج ۲، ص ۱۸۲)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کئی عرصہ آپ کو کوڑوں سے مارا جاتا رہا اور بالآخر زہر کا پیالہ دے دیا گیا، جب آپ کو زہر کا پیالہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے قتل میں کیسے مدد کرسکتا ہوں۔ چنانچہ آپ کو لٹا کر زبردستی منہ میں زہر انڈیل دیا گیا، جس وقت زہر جسم میں سرایت کرگیا تو آپ سجدے میں چلے گئے اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ (ابن خلکان، ج ۵، ص ۴۶، تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۱۸۰، مقدمہ ہدایہ، مولانا عبدالحی لکھنوی، ص ۱۰) (ماہنامہ نور اسلام، امام اعظم نمبر، شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ، پاکستان، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء، ص ۹۴، ۱۱۶)

راقم کا مضمون "حدیث نور اور حدیث سایہ کی تحقیق اسناد" آپ نے شائع فرمایا، اس کے لیے ممنون

ہوں، مضمون میں کمپوزنگ کی چند غلطیاں رہ گئیں، ص ۹ پر حدیث نمبر ۱۷ کی سند میں ''عبدالرزاق عن ابن جریج'' کی جگہ ''عبدالرزاق عن معمر'' ہے، قارئین درست فرمالیں، اسی طرح حدیث نمبر ۱۸ کے متن میں بھی کمپوزنگ کی چند غلطیاں ہیں، الحمدللہ اب ''المصنف کا الجزء المفقود جزء اول'' بیروت (لبنان) اور لاہور (پاکستان) سے شائع ہو چکا ہے، اس لیے اصل نسخہ کو دیکھا جا سکتا ہے، حدیث نمبر ۴ کی سند ''عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع عن ابن عباس'' پر حال ہی میں خانیوال شہر (پنجاب، پاکستان) میں غیر مقلدین کے ساتھ ایک بحث میں اہل سنت کے مفتی محمد شوکت سیالوی صاحب (خطیب مرکزی جامع مسجد خانیوال) نے جب یہ حدیث پیش کی تو غیر مقلد مولوی عبدالرحمن شاہین (ملتان) نے کہا کہ اس حدیث میں راوی ابن جریج مدلس ہے، لہٰذا ابن جریج کی تدلیس کی وجہ سے یہ حدیث قابل قبول نہیں۔ مفتی محمد شوکت سیالوی نے اُسی وقت پاکستان میں غیر مقلدین کے دور حاضر کے مشہور محقق مولوی ارشاد الحق اثری کی کتاب ''مولانا سرفراز صفدر (دیوبندی) اپنی تصانیف کے آئینہ میں'' مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد بار اول ۱۹۹۴ء سے امام ابن جریج کی توثیق پڑھ کر سنائی اور عبارت نکال کر دکھائی، اس کے علاوہ یہ بھی بتایا کہ اس حدیث کی سند میں عنعنہ نہیں یعنی ''ابن جریج عن نافع'' نہیں بلکہ ''ابن جریج قال اخبرنی نافع'' کے الفاظ ہیں، لہٰذا ابن جریج کی حدیث میں جب اخبرنا یا حدثنا ہوگا تو وہ روایت قبول کی جائے گی، اس پر غیر مقلد مولوی بالکل خاموش ہوگیا۔

○ محمد صادق رضا مصباحی، شعبۂ تربیت تصنیف المجمع الاسلامی مبارکپور

سہ ماہی افکار رضا ممبئی (اپریل تا جون ۲۰۰۵ء) پر معروضی تبصرہ

برصغیر میں آج اردو زبان و ادب کے بے شمار جریدے نکل رہے ہیں ان میں اہل علم کے مابین ایک مقبول ترین رسالہ سہ ماہی ''افکار رضا'' بھی ہے۔ ''افکار رضا'' نے افکار رضا اور تعلیمات رضویہ کو عام کرنے میں بے پناہ جدوجہد کی ہے اور آج بھی اپنے محدود ذرائع کے باوصف رضویات کے حوالہ سے اس کی خدمات لائق تقلید ہیں۔ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی مدظلہ کے طفیل اپریل تا جون ۲۰۰۵ء کا شمارہ زینت مطالعہ بنا ۱۶/۳۶×۲۲ سائز کا یہ شمارہ ۱۲۰ صفحہ پر مشتمل ہے سرورق پر مولانا اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ کے کسی مضمون کا اقتباس ہے جو کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے حوالے سے ہے۔ اداریہ سے پہلے مولانا غیاث الدین احمد عارف مصباحی کے قلم سے لکھی ایک نعت مقدس ہے، اس میں بجا طور پر مولانا تعریف کے مستحق ہیں۔ زبیر قادری صاحب کا اداریہ ''اسلام پر حملے اور ہماری بے بسی'' پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اداریہ کا یہ اقتباس ہم نے بار بار پڑھا ''ہمارے یہاں یہ شکایت عام ہے کہ دشمنانِ اسلام ہمارے خلاف سازشیں کر رہے ہیں...... ہم یہ کیوں بار بار بھول جاتے ہیں کہ دشمن کا تو کام ہی دشمنی کرنا ہے لیکن ہم یہ غور نہیں کرتے کہ آخر دشمن اپنی سازشوں میں کامیاب کیسے ہو جاتے ہیں؟ ہم جانتے بوجھتے انہیں مواقع کیوں فراہم کرتے ہیں، ہمارے مواقع فراہم کرنے ہی سے وہ کامیاب ہوتے ہیں۔'' غزالی دوراں علامہ سید سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ کی

تقریر ''تخلیق آدم علیہ السلام'' کے عنوان سے زینت شمارہ ہے۔ بلاشبہ یہ تقریر ایسی ہے جو عوام الناس کی غلط فہمیوں کو دور کرتی ہے، حضرت کی تقریر اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت جامع بھی ہے اور جمالی بھی۔ ''مقام امام اعظم ابوحنیفہ'' کے عنوان سے حضرت کی دوسری تقریر بھی شمارہ کی زیب و زینت میں اضافہ کرتی ہے، اسے محمد اسلم الوری صاحب نے مرتب کیا ہے اور محمد صدیق فاکی صاحب نے بہت سی ضروری باتوں پر حواشی لگائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی شخصیت وسعت مطالعہ، نکتہ سنجی اور دقیق بینی کی حامل ہے۔ غیر مقلدوں کے اعتراضات کا شافی جواب اس تقریر میں موجود ہے اور احقاق حق اور ابطال باطل کا کامل نمونہ بھی ہے۔

''فلاح دارین'' کے حوالہ سے محمد نعیم صاحب نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ افریقہ کی ایک عبارت کی تشریح کی ہے۔ عُجب اور اس کے متعلقات کی لغوی تحقیق، قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی مذمت، اس کی تعریف، اس کے نقصانات اور اس سے بچنے کے طریقوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ مضمون بلاشبہ معلومات افزا ہے، یہ اس کی دوسری قسط ہے۔ پروفیسر حبیب اللہ چشتی کا مضمون بعنوان ''دعوت و ارشاد کے قرآنی اصول'' تقریباً ۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں بہت زبردست گفتگو فرمائی ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس مضمون کا پہلا جملہ ''کوئی بات کتنی مفید پایہ اور ارفع و اعلیٰ کیوں نہ ہو اگر مناسب وقت، مؤثر الفاظ اور خوب صورت انداز سے بیان کیا جائے تو وہ بے اثر ہوگی'' کمپوزر کی غفلت کی نذر ہوگیا اور مطلب بھی بالکل اُلٹ گیا ہے خط کشیدہ عبارت کی جگہ ''بیان نہ کی جائے'' ہونا چاہیے تھا۔ ایک جگہ پروفیسر صاحب رقم طراز ہیں ''جس میں آپ نے دوسروں کی رائے اور فکر تبدیل کرنا ہے'' ہندوستانی اردو کے اعتبار سے اسے درست قرار دینے میں کوئی گنجائش نہیں۔ اب چونکہ پاکستان میں اس طرح کے جملے زیر استعمال ہیں اس لیے اس سلسلہ میں ہمارا قلم خاموش ہے غالباً پاکستان والے ایسے ہی بولتے لکھتے ہیں۔ ادع الی سبیل رب الخ کے تمام جزئیات پر اپنی بساط بھر انہوں نے بھرپور خامہ فرسائی کی ہے۔ مبلغین کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے کاش اس پر اگر عمل کیا جانے لگے تو آج جو ہماری خامیوں، دعوت و تبلیغ سے ناواقفیت اور اخلاق و ہمدردی کے فقدان کے باعث بد مذہبیت بڑی برق رفتاری سے پھیل رہی ہے اور اس کا جو سیلاب ہماری بستیوں کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اس پر بہت حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ برسبیل تذکرہ ایک بات عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ آج دعوت و تبلیغ کے میدان میں وہ لوگ بھی اترے ہوئے ہیں جو دعوتی اصولوں اور تبلیغی طریقوں سے قطعاً واقف نہیں ہوتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہماری ناقص دعوت اور ابتر تبلیغ سے غیر تو متنفر ہیں ہی اپنے بھی ہم سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے مقررین اسٹیجوں پر بڑے دھڑلے سے تقریریں کرتے ہیں اور موجودہ فرقے خصوصاً وہابیہ اور دیابنہ کے خلاف خوب گل افشانی کرتے ہیں اور فروعی مسائل و اسلامی روایات پر عمل نہ کرنے والوں پر بڑی آسانی سے کفر کا فتویٰ ٹھونک دیتے ہیں۔ بسا اوقات ہمارے یہ خطبا ان کے خلاف نا مناسب الفاظ بھی استعمال کر دیتے ہیں۔ اگر انصاف کی شمع

گل نہیں ہوگئی ہے تو ذرا یہ بتایا جائے کہ دعوت وتبلیغ کا یہ طریقہ کتنا کارگر ہے؟ کیا یہ حقیقی معنوں میں تبلیغ ہے یا غیر شعوری طور پر اسلام سے دور کرنے اور بدمذہبیت کو فروغ دینے کی ایک سعی ہے؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ پوری دنیا میں تقریباً ۸۰ رفی صد اہل سنت بستے ہیں۔ ہمارے ملک ہندستان میں اکثریت اہل سنت کی ہی ہے۔ سب شعوری یا غیر شعوری طور پر سنّی صحیح العقیدہ ہیں اور موروثی روایات کے علم بردار بھی لیکن اکثر لوگ بنیادی اسلامی عقاید سے صحیح طور سے آگاہ نہیں ہیں اور نہ ہی وہ فرقہاے باطلہ کے کفریہ نظریات جانتے ہیں کہ جن کی بنا پر علماے حرمین شریفین اور جمہور علما نے ان کفریہ تحریکوں کو خارج از اسلام قرار دیا ہے اور جلسوں میں عموماً ایسے ہی لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جو ان حقایق سے بالکل لابلد ہیں ایسی صورت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ ملت کے خطبا و واعظین جماعت اہل سنت کے بنیادی عقاید اور دین کی ضروری ضروری باتیں سامعین کو گوش گزار کراتے تا کہ وہ عقایدی قوتوں سے اتنے مسلح ہو جاتے کہ باطل عقیدوں کو ان سے نبرد آزما ہونے کی ہمت نہ ہوتی لیکن ہوتا یہ ہے کہ موجودہ گمراہ کن جماعتوں کی تردید ہوتی ہے، ان کے خلاف غیر مناسب باتیں کہی جاتی ہیں جو باشعور سامعین کے لیے سمع خراشی کا سبب بنتی ہیں۔ اس سے ایک بڑا طبقہ علما پر لعن طعن کرنے لگتا ہے اور ان سے بدظن ہو جاتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ غیروں کی حقیقت جاننے کے لیے ان کے خیمے کا رخ کرتا ہے جہاں بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اور بڑے اخلاق و ہمدردی سے ان کے افکار ونظریات کی لگام اپنے ہاتھوں میں لے لی جاتی ہے۔ اس سیاق میں ہمارا مروّج تبلیغی ودعوتی اصول کتنا مفید ہے؟ اس لیے ہمارا یہ کہنا بالکل بجا معلوم ہوتا ہے کہ بدمذہبیت کے فروغ میں ہمارا ناقص نظام تبلیغ، اخلاقی زبوں حالی اور غیر سنجیدہ لب ولہجہ ہی ذمہ دار ہے۔

''انوار ساطعہ۔ ایک تعارف'' کے عنوان سے مولانا افروز قادری صاحب چریا کوٹی کی تحریر بہت عمدہ ہے۔ مولانا جدید قلم کاروں میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور لکھتے ہیں تو بہت خوب لکھتے ہیں اور اپنی قلمی صلاحیتوں کے جوہر دکھاتے ہیں ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ شکیل احمد قریشی کے مضمون بہار شریعت کی پہلی اشاعت کے حوالہ سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوا۔ مضمون نگار کے اس جملہ ''شہزادگانِ اعلیٰ حضرت کو ان کے بتائے ہوئے مسائل پر مکمل اعتماد و بھروسہ تھا'' پر ہماری نظر رک گئی۔ اعتماد و بھروسہ کی ترکیب راقم کی سمجھ میں نہ آئی، یہاں بھروسہ کی جگہ اعتبار ہوتا تو ترکیب درست ہوتی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں خرید و فروخت بند کیا جائے ..... یہاں بند کی جائے ہونا چاہیے تھا۔ ایک جگہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی کی تقریر کا اقتباس نقل کرتے ہیں ''..... بذریعہ ڈاک مبیضہ بہار شریعت کا جو تیار شدہ تھا بریلی شریف امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں اصلاح وتصدیق کے لیے بھیجی۔'' یہاں بھیجی کا تعلق مبیضہ سے ہے لہٰذا بھیجا استعمال ہوگا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس جگہ علامہ صاحب کی چوک تھی یا نقلِ تقریر میں مضمون نگار کی غفلت۔ ایک جگہ بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں ''..... آج سے تقریباً پچاس ساٹھ برس پہلے

صدر الشریعہ کی سوانح ان کی زبانِ فیض ترجمان سے ۱۹۴۸ء سے قبل اخذ کیے تھے'' یہاں خط کشیدہ عبارت میں اخذ کی تھی'' ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری صاحب کا مضمون ''مردم شماری کی شرعی حیثیت'' عمدہ اور لایق مطالعہ ہے یہ مضمون شاید ایک دو اور رسالوں میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ مدیر اعلیٰ صاحب اگر ہماری رائے سے اتفاق کریں تو ہم عرض کردیں کہ مطبوعہ مضامین کو دوبارہ نہ چھاپا جائے تو بہتر ہوگا، اس کے جو نقصانات ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ مولانا ارشاد احمد ساحل مصباحی سہسرامی کا مضمون ہمیں بہت پسند آیا۔ موصوف مقالاتِ شارح بخاری کے لیے کوشاں ہیں۔ مقالات کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو جلد از جلد منظر عام پر آجانا چاہیے بہر حال ہمیں اس کتاب کا بہت شدت سے انتظار ہے۔ مولانا موصوف نے ایک دو جگہ اپنے معاصر رقیبوں کی کرم فرمائیوں کا ہلکا سا اشارہ کیا ہے'' معارف شارح بخاری'' کے مرتبین میں انھوں نے مولانا یٰسین اختر مصباحی اور مولانا محمد احمد مصباحی کے نام کا تذکرہ کیا ہے۔ میری معلومات کی حد تک بلکہ یوں کہیے کہ مذکورہ کتاب کے سرورق پر ان دو ناموں کے ساتھ مولانا عبد الحق صاحب اور مولانا مبارک حسین مصباحی کے نام بھی درج ہیں۔ موصوف نے مؤخر الذکر دو ناموں کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ مجھے نہیں معلوم۔ بہر حال یہ اندر کی بات ہے افشائے راز سے ہوسکتا ہے کہ شخصی منافرت کی لَو تیز تر ہو جائے۔

سراج الدین شریفی صاحب نے حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ کے مختصر حالات اور شخصیت کو انٹرویو کی شکل میں ''افکار رضا'' کے صفحات پر بکھیر دیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی شخصیت برصغیر ہند و پاک میں اب محتاجِ تعارف نہ رہی۔ ان کے علمی قد کے بھی معترف ہیں۔ علوم قدیمہ میں وہ اسلاف کے امین ہیں۔ شریفی صاحب، حضرت خواجہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں''......علوم قدیمہ پر آج پورے عالم اسلام میں وہ تنہا دسترس رکھتے ہیں'' شریفی صاحب کی یہ عبارت مجھے عقیدت میں بجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لیے موصوف کی اس رائے سے ہم قطعاً اتفاق نہیں کرتے۔ برصغیر میں ان کی تنہا شخصیت کا تو ہمیں اعتراف ہے لیکن پورے عالم اسلام میں تنہا ان کی شخصی انفرادیت شاید ہی کسی کو تسلیم ہو۔

بلاشبہ حضرت خواجہ صاحب علومِ قدیمہ میں آج برصغیر میں اسلاف کے واحد امین اور علمبردار ہیں، ان کی ذہانت و فطانت اور قوتِ حافظہ کا حال شریفی صاحب کی زبان میں سنیے''...... ان کی درس گاہ میں کتابیں نظر نہیں آئیں تو مجھے حیرت ہوئی اور سوال کیا کہ بغیر پیشگی کتاب دیکھے آپ اتنے دروس کیسے دیتے ہیں'' انھوں نے جواب میں فرمایا ''میرے زیر درس تمام کتابیں میرے حافظہ میں محفوظ ہیں اس لیے مجھے کسی کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی'' جس شخص کی قوتِ ضبط کا یہ عالم ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تعلیمی مصروفیات شاید زیادہ نہ ہوں گی۔ یہاں پر بڑی جسارت کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ خواجہ صاحب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی معقولاتی تصانیف کی جانب کیوں نہیں توجہ فرماتے کہ جن کو آج ہمارے یہاں سمجھنے والا کوئی نہیں۔ وہ کتابیں یا تو جوں کی

توں شایع کردی گئی ہیں جیسا کہ راقم کی نظر سے چند کتابیں گزری ہیں یا ابھی تشنۂ طباعت ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کی بارگاہ میں بڑے ادب سے عرض کناں ہوں کہ آپ اس سمت میں پیش قدمی فرمائیں تا کہ ان کو توضیح وتسہیل کے بعد منظر عام پر لایا جاسکے اور امام احمد رضا قدس سرہ کی اہم، قیمتی اور علمی خدمات سے قارئین مستفید ہوسکیں، ع رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف

شریفی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''...... راقم سہرام بہار سے صرف ان کی ملاقات کے لیے آیا ہے تو وہ حیرت اور مزید تکلیف کا اظہار کرنے لگے'' مؤخر الذکر جملہ کے سلسلے میں مضمون نگار ہی بتائیں گے کہ اس سے ممدوح کی عزت وتوقیر ٹپک رہی ہے یا کچھ اور۔ سید صغیر حسین شاہ کا مضمون ''فکرِ رضا اور ہمارے کارنامے'' بہت خوب ہے اور ارباب اہل سنت کے لیے لمحۂ فکریہ بھی۔ کاش ہمارے سُنّی بھائی اب بھی بیدار ہوجائیں تو ہم بہت جلد منزل آشنا ہوسکتے ہیں۔ ''عیسائیوں کی بائبل۔ ایک مہلک وائرس'' کے عنوان سے خورشید احمد سعیدی صاحب کی تحریر بہت پسند آئی۔ یہ معلومات کے کئی در وا کرتی ہے۔...... مولانا کوکب نورانی صاحب کے ہندوستان کے سفر کی روداد شامل ہے۔ یہ سفر نامہ چونکہ ہم جام نور کے کسی شمارہ میں پڑھ چکے تھے اس لیے ہم نے اس کا مطالعہ نہیں کیا۔ مولانا کوکب نورانی صاحب اپنی جماعت کے لیے ایک عظیم شہرۂ آفاق خطیب ہونے کے باوصف بہت عمدہ لکھ لیتے ہیں۔ جام نور کے بعد افکار رضا میں دوبارہ چھپنا ذرا اچھا نہیں لگا، ان صفحات پر اور کوئی مضمون دیا جاسکتا تھا۔

مدیر اعلیٰ زبیر قادری صاحب کے سفر پاکستان (۲۲ اپریل تا ۱۲ مئی ۲۰۰۱ء) کی روداد کی چھٹی اور آخری قسط شاملِ اشاعت ہے۔ اس کی سابقہ قسطیں تو ہمارے مطالعہ میں نہ آسکیں پھر بھی ہم نے اسے پڑھنے سے گریز نہیں کیا۔ ایک جگہ پہنچ کر ہماری نظر رک گئی۔ موصوف لکھتے ہیں ''ناصر صاحب نے ضرب اسلام کا اجرا عمل میں لایا'' یہ ترکیب کیسی ہے اردو داں حضرات سے قطعاً مخفی نہیں۔ تین صفحات پر مشتمل یہ سفر پاکستان کی آخری قسط وہاں کے اہلِ علم اور اربابِ قلم کے مابین ان کی عزت افزائی کی عکاس ومظہر ہے اور بس مجھے کوئی معلوماتی چیز اس میں نہ مل سکی۔ زبیر قادری صاحب خیر سے مدیر اعلیٰ ہیں شاید افکار رضا کے صفحات پر ان کا ''حق'' بھی ہے اس لیے اپنی بات میں واپس لیتا ہوں۔

زمانہ ہم سے جو برہم دکھائی دیتا ہے
ہماری بات میں بھی دم دکھائی دیتا ہے

SSSSSSS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''نعت رنگ'' کا مولانا احمد رضا خاں نمبر! ایک جائزہ

مبصر: غلام مصطفٰے رضوی، مالیگاؤں

امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں۔ آپ جہاں محدث ومفسر، عالم وفقیہ اور مصنف و ادیب ہیں وہیں امامِ نعت گویاں اور ملک سخن کے شاہ بھی ہیں اور یہ خطاب آپ کی ذات پر ہی جچتا ہے۔ آپ کی شاعری میں رطب و یابس نہیں عقیدے کی جلوہ گری ہے۔ بے احتیاطی کا گزر نہیں قرآن وحدیث کی ترجمانی اور مصطفٰے جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت کی جلوہ سامانی ہے اور عشق وعقیدت کی ضیاباریاں بھی، اس لیے بے جا سے حرف حرف محفوظ اور خوشبوؤں سے شعر شعر معمور ہے۔ آج جو آفاقیت وشہرت امام احمد رضا کے کلام کو حاصل ہے وہ منفرد المثال ہے۔

راقم کے پیش نظر نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ ۱۸ رہے جو ''مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نمبر'' ہے اور کراچی سے سیّد صبیح الدین رحمانی کی ادارت میں منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے۔ ٹائٹل سبز مرصع زمین پر مصرعۂ رضاؔ ''مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی دلآویز خوبصورت خطاطی سے مزین ہے اور اس شمارہ کے کل صفحات ۸۰۰ رہیں۔ یہ نمبر نعت ریسرچ سینٹر، بی۔۵۰، سیکٹر ۱۔ اے، نارتھ کراچی، پاکستان نے شائع کیا ہے۔

نعت رنگ کے ۱۸رویں شمارے کا آغاز امام احمد رضا کے اس کلام سے ہوا ہے جو زبانِ زد عام و خاص ہے۔ ؎ سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

پھر ایک منقبت درشانِ رضا، حافظ عبدالغفار حافظؔ نے کہی ہے مقطع میں خوب فرمایا اور بجا فرمایا۔

حافظؔ فروغ نعت رسول کریم کا
سہرا بندھا ہے جس پہ وہ ماتھا رضا کا ہے

ابتدائیہ کے تحت سیّد صبیح الدین رحمانی نے ''نعت رنگ'' کے ''امام احمد رضا نمبر'' کی اشاعت کے اسباب اور ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ موصوف رقم طراز ہیں: ''آج اردو کے بیش تر نعت نگار اُن (امام احمد رضا) کی اتباع کو اپنے لیے اعزاز تصور کرتے ہیں۔'' امام احمد رضا کی ادبی خدمات اور نعتیہ شاعری پر جو کام ہوئے ہیں اس کے پیش رو موصوف لکھتے ہیں: ''اردو کے کسی اور نعت گو پر اتنا نہیں لکھا گیا۔''

گوشۂ فکر وفن کے تحت ابتدائی مقالہ پروفیسر فاروق احمد صدیقی کا بعنوان ''کلامِ رضا میں توحید کی ضیاباریاں'' ہے۔ اس چھ صفحے کے مقالہ میں موصوف نے تصورِ توحید سے متعلق امام احمد رضا کے پاکیزہ

پاکیزہ فحات کی خوشبوؤں سے دل و دماغ کو معطر کردیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے بعد ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کا مقالہ ہے۔ موصوف نے اپنے مقالہ میں سلامِ رضا کے باغوں کی خوب سیر کرائی ہے اور سلامِ رضا کو ''حدائق نعت وثنا'' قرار دے کر اس سلام کے حدیقوں کا جائزہ لیا ہے اور عرق ریزی دکھائی ہے۔ ایک مقام پر ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی مقبولیت سے متعلق رقم طراز ہیں: ''بیسویں صدی عیسوی کی بڑی مدت اس سلام کی مقبولیت کی شاہد ہے اور اب اکیسویں صدی عیسوی میں اردو دنیا کی حدود کی توسیع کے ساتھ اس سلام کی صداؤں نے نئے نئے علاقوں کو مسخر کرلیا ہے۔''

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے ''مولانا احمد رضا خاں کی اردو نعتیہ شاعری'' کے عنوان سے کلام رضاؔ کا ادبی و فنی جائزہ پیش کیا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے اپنے مقالہ میں امام احمد رضا کی محتاط شاعری، اصناف سخن پر مہارتِ تامہ کے علاوہ انتخاب کلام رضاؔ کے تحت کلام رضاؔ کے گلستاں کی سیر کرادی ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا نے سیرت طیبہ کے پیش رو عشق وعظمت اور میلاد و ذکر رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر امام احمد رضا کی محتاط شاعری کا بیان کیا ہے اور اپنے دوسرے مقالہ میں فن اور تنقید کے موضوع سے ''حدائق بخشش'' کا جائزہ لیا ہے۔ یوں ہی ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی، ڈاکٹر سید شمیم گوہر، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر محمد امجد رضا خاں اور ریاض حسین چودھری کے مقالات بھی علمی وفنی محاکات سے مرصع اور تحقیقی ہیں۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، شمشاد حسین رضوی، رشید وارثی، عزیز احسن، پروفیسر قیصر نجفی، ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی، پروفیسر محمد فیروز شاہ، ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد، صاحب زادہ ابوالحسن واحد رضوی، غلام مصطفےٰ قادری کے مقالہ جات نعت رنگ کے حسن میں رنگ بھرتے ہیں۔ پروفیسر فاروق احمد صدیقی اور غلام مصطفےٰ قادری کا مقالہ رضا اکیڈمی بمبئی کے سالنامہ یادگار رضا (اپریل ۲۰۰۵ء) میں اور ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی کا مقالہ سہ ماہی افکار رضا ممبئی (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء) میں شائع ہوچکا ہے۔ تاہم ان کی مکرر اشاعت نعت رنگ کے نمبر کے لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے۔

تضمین بر کلام رضاؔ کے باب میں ۱۱ر تضمینیں درج کی گئی ہیں اور ''خصوصی مطالعہ'' کے تحت صفحہ ۳۵۱ر تا صفحہ ۵۰۱ محتاط قلم کار، واعظ شیریں بیاں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کا بصیرت افروز مقالہ ''رضا کی زباں تمہارے لیے'' معاندین وحاسدین کے لیے دعوت فکر دیتا ہے۔ موصوف نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے لایعنی اعتراضات کا مسکت جواب دے دیا ہے اور دلائل و براہین سے کام لیا ہے۔ یہ مقالہ علیحدہ کتابی صورت میں اشاعت کا متقاضی ہے۔ اس گوشے کا دوسرا مقالہ ''تذکرۂ رضا اور نعت رنگ'' کے عنوان پر پروفیسر شبیر احمد قادری کا ہے۔ جو نعت رنگ کے ۱۷ ارشاروں میں امام احمد رضا کے حوالے سے شائع ہونے والی تحریروں کے تذکرے وتبصرے پر مبنی ہے۔

''رنگ رضا'' کے باب میں ان نعتیہ کلاموں کو جگہ دی گئی ہے جو کسی نہ کسی طرح کلام رضا سے فیض یاب ہوئے ہیں یا کلام رضا کے اتباع میں نظم ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد ۶ ر ہے۔

مقالات و مضامین کا آخری گوشہ ''کلامِ رضا کے تحقیقی زاویے'' سے معنون ہے۔ اس میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ''باقیاتِ رضا'' سے متعلق شبہات کو دور کیا ہے اور عمدہ تحقیق پیش کی ہے۔ مولانا شاہ محمد تبریزی القادری کا مقالہ بھی اسی نوع کا ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی کا تنقیدی مقالہ ''کلامِ رضا اور ہماری سخن فہمی'' بھی شاندار ہے۔ اس کی اوّل اشاعت ماہ نامہ جام نور دہلی میں بالاقساط ہوچکی ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مقالہ میں برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، قادر الکلامی، آپ کے کلام میں کلامِ رضا کی رنگت پر روشنی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی نے اپنے مقالے میں امام احمد رضا کے شعری و ادبی اثاثے پر شائع ہونے والی ۲۴ ر کتابوں کا تذکرہ قلم بند کیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ اور نعت کے موضوع پر ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا جائزہ خوب ہے تاہم اس موضوع پر موصوف کے مطالعے کی کمی حائل رہی جس کے سبب نتائج کے استخراج میں وہ بعض جگہ جاہلانہ فکر کا شکار ہوگئے ہیں۔ یہاں اسی نمبر سے پروفیسر محمد اقبال جاوید کی یہ سطریں موصوف کی نذر کر رہا ہوں: ''جب تک قاری ان علوم سے آشنا نہ ہو جن تک حضرت رضا کی ماہرانہ دسترس ہے اس وقت تک ان کے اشعار میں مضمر علمی بصیرتوں کو نہیں پاسکتا۔''

مذاکرہ کے تحت امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا پس منظر اور اردو نعت گوئی پر اس کے اثرات کا جائزہ دلچسپ ہے۔ اس طرح کے مذاکرے نعت کے حوالے سے ضرور منعقد ہونے چاہئیں۔

مکاتیب بھی خاصے اہم ہیں جن کی تعداد ۲۲ ر ہے۔ اس میں محمد افضل خاکسار کے مکتوب میں قلم بے لگام ہوا ہے اور لفظی نزع کے پس پردہ عناد کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فکری وسعت دے اور بغض و حسد سے محفوظ رکھ کر قبول حق کی توفیق دے۔ اسی طرح ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا مکتوب بھی بے جا سے مملو ہے۔

مجموعی طور پر نعت رنگ کا ''امام احمد رضا خاں نمبر'' وقیع اور جامع دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ارباب علم و ادب اس سے تادیر مستفیض ہوں گے۔ کمپوزنگ اور تصحیح کے حوالے سے توجہ درکار ہے۔ فروگذاشتیں زیادہ در آئی ہیں جو نمبر کے حسن کو مجروح کرتی ہیں۔

اللہ عزوجل سید صبیح الدین رحمانی اور ان کے رفقائے کار کی اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

UUUUUUUUU

تحریک فکر رضا

ہمارے مقاصد :

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماء اہل سنت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار رہوگا۔

AFKAR-E-RAZA (URDU QUARTERLY)
95, Undria Street, Chowki Mohalla, Mumbai - 400 008. E-mail : editor@fikreraza.net

If Undelivered Please return to M. ISHAQ 45/A, Memonwada Road, 2/6, Mumbai - 400003.